حیاتِ مظہری

مفتی اعظم حضرت مولانا مولوی محمد مظہر اللہؒ

شاہی امام مسجد فتحپوری دہلی

مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

Marfat.com

نذرِ اخلاص
برادرِ محترم مولانا محمد اشرف صاحب زید لطفہٗ
از
احقر محمد مسعود احمد
۲۸ اپریل ۱۹۷۵ء

حیاتِ مظہری

مصنّفہ

پروفیسر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

ناشر
مدینہ پبلشنگ کمپنی
ایم۔ اے جناح روڈ
کراچی (پاکستان)

Marfat.com

مصنف ——— پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

کاتب ——— محمد ثاقب ادیب کانپوری

تصحیح ——— شاہ محمد چشتی سیالوی قصوری

ناشر ——— مدینہ پبلشنگ کمپنی
ایم۔اے جناح روڈ، کراچی

طابع ——— مشہور آفسٹ پریس
آئی۔آئی چندریگر روڈ، کراچی

سنہ طباعت ——— ۱۳۹۴ھ ۱۹۷۴ء

اشاعت ——— اوّل

تعداد ——— ایک ہزار

قیمت ———

Marfat.com

اٹھ گیا کون بزم دنیا سے
دم سے روشن تھی جسکے راہِ سلوک

یوں جو ہر شخص غم بدوش ہے آج
اے قمر شمع وہ خموش ہے آج

۱۳۸۶ھ

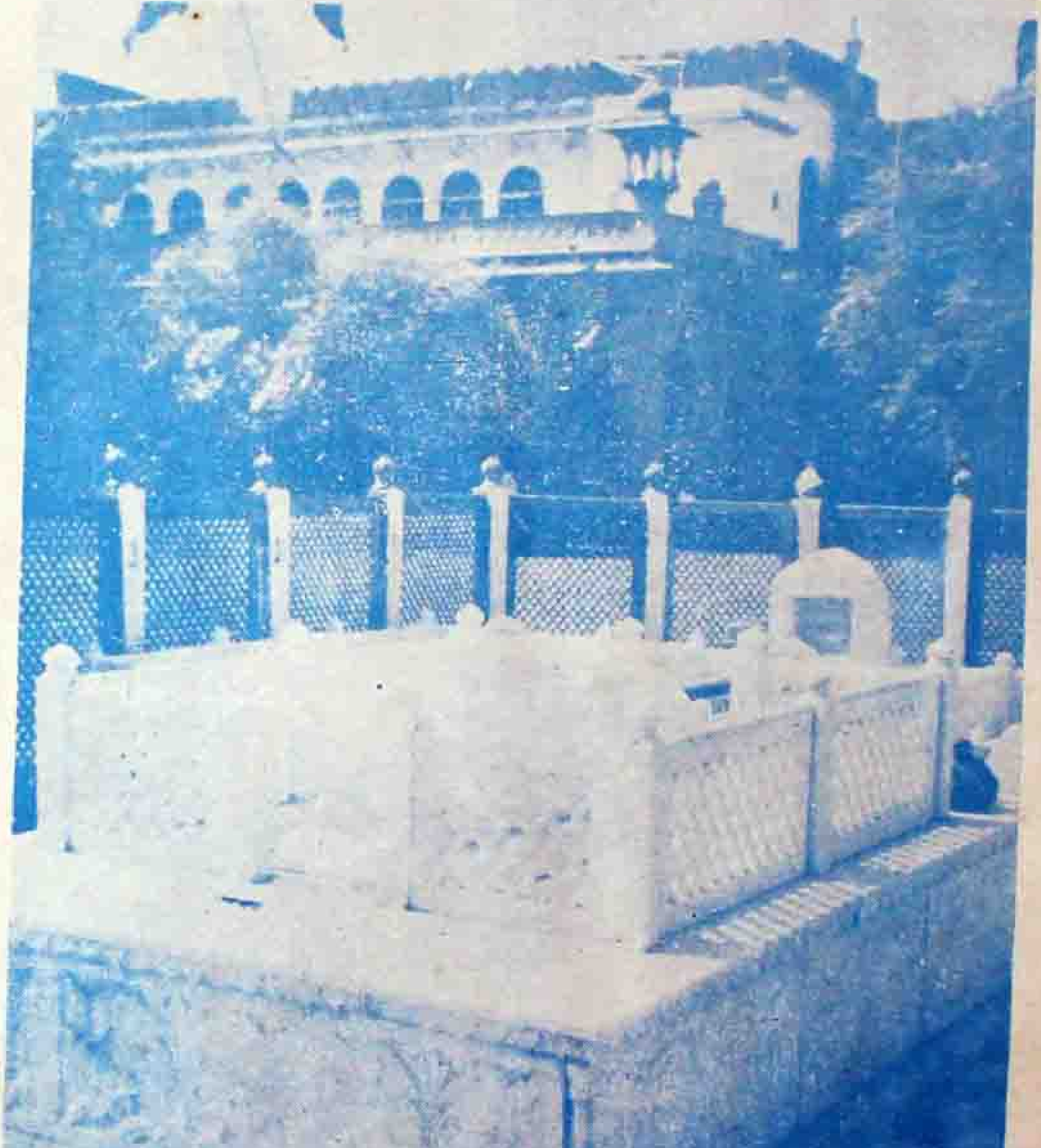

مرقدِ انور

حضرت مفتی اعظم ہند الحاج شاہ محمد مظہر اللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز

مسجد جامع فتحپوری۔ دہلی

Marfat.com

انتساب

محبوبِ عارفین مطلوبِ سالکین، مسند نشینِ شاہ رکن الدین حضرت العلام الحاج مولانا مفتی محمد محمود شاہ الوری دامت برکاتہم العالیہ کے نام نامی جن کی ذاتِ گرامی حضرت مفتی اعظم قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی آنکھ کا تارا اور میری زندگی کا ایک سہارا ہے۔

گرچہ خوردیم نسبتے است بزرگ
ذرۂ آفتاب تابانیم

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

Marfat.com

حرفِ آغاز

سیرت و کردار کی اہمیت کا کسی کو اندازہ نہ تھا، اسلام نے اس طرف متوجہ کیا اور یہ بتایا کہ سیرت ایک عظیم حقیقت ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ لیکن انسان دولت کا پرستار ہے، وہ اسی کو عظیم سمجھتا رہا اور عقل پرستی کے اس دور میں بھی یہی سمجھ رہا ہے حالانکہ یہ بات عقل سے بہت دور ہے۔ دولت حسنِ تاثیر سے خالی ہے اسی لئے دنیا میں کسی انسان نے محض دولت کے سہارے دلوں میں جگہ نہ کی بلکہ اس کے برعکس غریبی و مسکینی میں محبوبانِ خدا نے وہ بات پیدا کرلی کہ دیکھ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے ؎

ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوتِ سلطانِ مدینہ

یہ بلند و بالا محل، یہ اونچی اونچی کرسیاں، یہ بڑی بڑی ڈگریاں، یہ لمبی لمبی کاریں، یہ معمور خزانے۔ ذرا ایک لمحہ کے لئے غور کیجئے، یہ سب نہ ہوں تو پھر ہم کچھ بھی تو نہیں کوئی ہمارا پرسانِ حال نہ ہو۔ اور ہاں وہ اہل اللہ جن کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں پھر بھی وہ سب کچھ ہیں ہماری عظمت ہم سے باہر معلق ہے اور ان کی عظمت ان کے ساتھ وابستہ ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کو خاک میں ملا سکے۔

بعض لوگ علم و دانش کو سیرت و کردار سے افضل سمجھتے ہیں، یقیناً علم افضل ہے لیکن اس کا مقصود معرفتِ نفس ہے یا معراجِ انسانیت ہے تو پھر علم مقصود بالذات نہ ہوا، مقصودِ حقیقی انسان کی اپنی سیرت ہے، علم کے ذریعہ اسی کو بنانا اور سنوارنا ہے، سیرتِ کامل ہزار علم و دانش سے بہتر ہے۔

صاحبِ سیرت انسان کا وجود اللہ کی بڑی نعمت ہے، اس کے ہوتے افکارِ عالیہ

Marfat.com

کے مفید اور قابل عمل ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ بیشک عظیم نظریات کے لئے عظیم سیرتوں کی ضرورت ہے اور اس عظیم سیرت کی صحبت اکسیر اعظم ہے ؎

خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنا دیتی ہے

یہ اثر رکھتی ہے خاکسترِ پروانۂ دل

حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ایک سیرتِ کاملہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی نے تو بلندیوں تک پہنچایا تھا۔ انھوں نے کسی مکتب و مدرسے میں نہیں پڑھا تھا صرف صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں آسمان تک پہنچا دیا تھا۔ پس صالحین اور کاملین سے منہ نہ موڑنا چاہئے کہ یہ خود زندگی سے منہ موڑنا ہے۔ جو لوگ حضرات اہل اللہ کو بے فیض سمجھ کر خود آگے بڑھنا چاہتے ہیں وہ اس نادان طالب علم کی مانند ہیں جو استاد سے منہ موڑ کر ذاتی مطالعہ سے اعلیٰ مدارج حاصل کرنا چاہتا ہے۔

دنیا میں بڑے بڑے مفکر و معلم گزرے ہیں جنھوں نے افکار آبدار پیش کئے ہیں لیکن وہ افکار بے جان رہے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ ان افکار کے پیچھے کوئی تابدار سیرت نہ تھی۔ اسلام کا یہی اعجاز ہے کہ اس نے افکار عالیہ کے ساتھ ساتھ عالی سیرتوں کا ایک سلسلہ فراہم کیا جو چودہ سو برس سے ابتک جاری ہے۔ یہ سلسلۃ الذہب، سوائے دین فطرت اسلام کے کہیں اور نظر نہیں آتا۔ اسلام کی حقانیت کی یہ بھی ایک عظیم دلیل ہے۔

ذرا غور کیجئے اگر صرف علم و دانش انسان کے لئے کافی ہوتے تو پھر ہمارا دور کاملین کا دور ہوتا لیکن یہ کیا بات ہے کہ ہیبیوں علوم و فنون کے دریافت ہونے اور لاکھوں بلکہ کروڑوں کتابوں کے لکھے جانے کے باوجود وہ بات پیدا نہ ہو سکی جو صاحبِ قرآن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کر دی تھی ع

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

بعض لوگ عبادات و ریاضات اور مجاہدات کو سیرت سے افضل سمجھتے ہیں اور اسی کو مقصود بالذات جانتے ہیں اسی لئے تعمیر سیرت سے بے خبر دن رات اسی میں لگے رہتے ہیں،

Marfat.com

لیکن انھوں نے یہ خیال نہ فرمایا کہ خدا تو بے نیاز ہے، اس کو ہماری عبادات و وظائف کی ضرورت نہیں۔ ضرورت ہمیں کو ہے۔ ریاضات و عبادات کا مقصودِ حقیقی تعمیرِ سیرت ہی تو ہے، نافرمانی کی سزا اس لئے دی جاتی ہے کہ ہم نے تمہارے نفع کیلئے جو گُر بتائے تھے تم نے اس پر عمل کیوں نہ کیا۔؟ اس سزا میں کیسی رحمت و شفقت ہے!۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا نادانی ہوگی کہ انسان خود اپنے حقیقی منافع سے بے خبر ہو جائے۔!

انسان جسم و روح سے مرکب ہے اس لئے اس کو دوہری تعلیم اور دوہری معیشت کی ضرورت ہے۔ اگر روح نہ ہوتی، صرف جسم ہوتا تو پھر ایک ہی قسم کی تعلیم اور ایک ہی قسم کی معیشت کافی تھی۔ علوم ظاہری درس و تدریس سے حاصل ہو جاتے ہیں لیکن علوم باطن کا تعلق روح سے ہے جو صحبت سے حاصل ہوتے ہیں۔ علوم سائنس کا عالم سائنسداں ہو سکتا ہے لیکن علومِ شریعت و طریقت کا عالم، عارف نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے عمل شرط ہے، اور عمل ہی کا دوسرا نام سیرت ہے۔ علوم باطن کے لئے ایسی سیرتوں کی ضرورت ہے جن میں یہ علوم جیتے جاگتے نظر آئیں۔

ایسا صاحب سیرت مرد کامل ایک عظیم قوت ہے جو اپنے ماحول اور اپنے عہد پر اثر انداز ہوتا ہے ؎

ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

اس کا وجود نوع انسانی کے لئے ایک سہارا ہے، وہ ایک خاموش معلم ہے، اس کے اخلاق فاضلہ بن دیکھے اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ یہ بات کہیں اور نہیں مل سکتی۔

عالم اسباب میں وسائل کی ضرورت ہے، بغیر وسائل مقصد تک پہنچنا مشکل ہے۔ یہ صحیح ہے کہ خدا نے فرمایا ہے "مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا"۔ مگر جب ہم کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ کہو "ہم کو ان لوگوں کی راہ دکھا جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا" تو در اصل مانگنے کا سلیقہ بتایا جا رہا ہے اور اہل اللہ کے دامن

Marfat.com

سے وابستہ کیاجارہا ہے۔ اب جب مانگنے والا ان برگزیدہ بندوں سے روگردانی کرے گا تو وہ اپنے خدا سے روگردانی کرے گا کیونکہ خدا ہی نے اپنے محبوب بندوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "ہم نے آدم کو سارے نام سکھا دیئے"۔ نیز فرماتا ہے "انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا"۔ اور فرماتا ہے "انسان کو قلم کے ذریعہ وہ کچھ سکھا دیا جو وہ نہ جانتا تھا"۔ تو اب چاہیئے کہ نہ پڑھیں، نہ لکھیں اور نہ بولنا سیکھیں کہ سب کچھ سکھا دیا گیا ہے۔ لیکن نہیں اس کے باوجود طلب علم کی ہدایت کی گئی ہے ۔ ۔ ۔ تو جب جو کچھ دیا جاچکا ہے اس کے حصول کے لئے وسائل کی ضرورت ہے تو جو کچھ ابھی مانگا بھی نہ گیا اور ملا بھی نہیں اس کے لئے وسائل کی بدرجۂ اتم ضرورت ہوگی، اسی لئے فرمایا

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم !

اولیاء اللہ کی صحبت میں بہت کچھ ملتا ہے، وہ لٹاتے ہیں، اہلِ دنیا کی طرح سمیٹتے نہیں، وہ زمین سے اٹھاتے ہیں اور آسمان تک لے جاتے ہیں، خیال کی دنیا بدل دیتے ہیں، فکر وخیال کے نئے نئے گوشے سامنے آتے ہیں، نیا اندازِ فکر عطا کرتے ہیں اور پھر منافع، خسارے نظر آنے لگتے ہیں ـ خسارے، منافع ـ زندگی، موت معلوم ہونے لگتی ہے اور موت، زندگی ـ بہار، خزاں نظر آنے لگتی ہے اور خزاں، بہار ـ روشنیاں تاریکیوں میں بدل جاتی ہیں اور تاریکیاں روشنیوں میں ـ اس انقلابِ فکر وخیال کے ساتھ وہ ایک نئے عالم میں لے جاتے ہیں جہاں کے زمان ومکاں اور ہی ہیں ؎

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح وشام پیدا کر

حضرت مفتی اعظم قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز ہمارے سامنے نہیں جو ہم فیضِ نظر سے مستفیض ہوسکیں اب فیضِ صحبت کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ہم آپ کے حالات زندگی، مکتوبات ملفوظات اور مواعظ وغیرہ کا مطالعہ کریں اس طرح جو کچھ حاصل کیا ہے اس کو بھی محفوظ رکھ سکیں گے اور اس کے علاوہ بہت کچھ حاصل ہوگا ـــــ سادگی، حق گوئی وبیباکی، ایثار و

Marfat.com

قربانی، خلوص وللّٰہیت، ہمدردی و غمخواری، صبر و استقلال، استغنا و بے نیازی، خوف و خشیتِ الٰہی۔ غرض وہ کیا چیز ہے جو حاصل نہیں ہو سکتی؟

قوم روشن از سوادِ سرگزشت   خودشناس آمد زیادِ سرگزشت
سرگزشتِ او چو از یادش رود   باز اندر نیستی گم می شود،
ضبط کن تاریخ را، پاینده شو
از نفس ہائے رمیدہ، زندہ شو   اقبالؔ

راقم الحروف نے حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے مجمل حالاتِ زندگی اور علمی کارنامے حضرتؒ کی متعدد تصانیف میں شامل کر دئے ہیں۔ مثلاً مظہر الاخلاق، ارکان دین، مکاتیبِ مظہری، مواعظِ مظہری اور فتاویٰ مظہری۔ لیکن سب سے زیادہ تفصیلی حالات راقم کی تالیف تذکرۂ مظہر مسعود میں ہیں جو ۷۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ افادیتِ عامہ کے پیشِ نظر حضرتؒ کے اجمالی حالاتِ زندگی اور علمی کارنامے حیاتِ مظہری کے نام سے پیش کئے جا رہے ہیں۔ اس میں بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جو اس سے پہلے شائع نہ ہو سکیں، جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے حضرت مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کی سیرتِ مبارکہ کے مختلف پہلو سامنے آتے جا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرتؒ کی زندگی کے بہت سے پہلو ہنوز تشنۂ تحقیق ہیں، وہ علم و عمل کے بحرِ بیکراں تھے۔

حیاتِ مظہری کی طباعت و اشاعت میں محترمی حکیم محمد تقی صاحب (مالک مشہور آفسٹ پریس۔ کراچی) اور مکرمی جناب محمد احمد صاحب نے جس خلوص و محبت سے تعاون فرمایا اس کے لئے راقم تہِ دل سے ممنون ہے۔ فجزاہما اللّٰہ احسن الجزاء۔

حضرتؒ کی سوانح پر بعض حضرات نے کام کیا ہے، بعض کام کر رہے ہیں اور بعض حضرات کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں چنانچہ جناب سلیمان شاہد صاحب (مالک المقبول پبلیکیشنز اینڈ پرنٹنگ پریس، لاہور) نے تذکرۂ مشائخ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ ۱۹۷۱ء میں اس کے ۱۰۰ صفحات چھپ چکے تھے، اس تذکرے میں فاضل موصوف نے حضرتؒ

Marfat.com

کے حالاتِ زندگی شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے تھے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ تذکرہ شائع ہوا یا نہیں۔ مولانا محمود احمد قادری نے اپنی کتاب تذکرۂ علمائے اہل سنت، (مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء) میں حضرت کے حالات لکھے ہیں اسی طرح جناب محمد صادق قصوری کا ایک مقالہ بعنوان "حضرت مفتی مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ" ہفت روزہ "الہام" بہاولپور کے شمارہ ۲ر جولائی ۱۹۷۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ حضرت کی ملّی خدمات پر موصوف ہی کا دوسرا تحقیقی مقالہ بعنوان "مفتیٔ اعظم شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی" ماہنامہ "ترجمانِ اہلسنّت" کراچی کے شمارہ نومبر ۱۹۷۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی (لاہور) کے شعبۂ تاریخ میں جناب سیّد ظفر علی بخاری "تحریکِ پاکستان میں علماء کا کردار" کے موضوع پر تحقیقی مقالہ لکھ رہے ہیں۔ اس مقالے میں بھی حضرت کی ملّی خدمات کا جائزہ لیا جائے گا۔

شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی کے پوتے مکرمی جناب مسلم احمد صاحب (دہلی) بھی حضرت کے حالات لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے، اسی طرح مولانا منور حسین صاحب سیف الاسلام (لاہور) بھی حضرت کے حالات لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں مولیٰ تعالیٰ ان حضرات کو کامیابی عطا فرمائے اور ان کے مشاہدات وتاثرات سے قارئین کرام مستفیض ہوں۔ آمین

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

گورنمنٹ کالج ٹنڈو محمد خاں (سندھ)

۲ر ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۹ر نومبر ۱۹۷۴ء

Marfat.com

فہرس

ابتدائیہ ۔۔۔۔۔۔ ۱۱
ولادت ۔۔۔۔۔۔ ۱۳
کفالت ۔۔۔۔۔۔ ۱۴
علمیّت ۔۔۔۔۔۔ ۱۴
روحانیّت ۔۔۔۔۔۔ ۱۵
مرجعیّت ۔۔۔۔۔۔ ۱۷
للّٰہیّت ۔۔۔۔۔۔ ۲۰
امامت ۔۔۔۔۔۔ ۲۱
حمیّت ۔۔۔۔۔۔ ۲۳
سیاست ۔۔۔۔۔۔ ۲۹
عزیمت ۔۔۔۔۔۔ ۳۶
رحلت ۔۔۔۔۔۔ ۴۲
اولادِ امجاد ۔۔۔۔۔۔ ۴۴
خلفاء و سفراء ۔۔۔۔۔۔ ۴۵
تصنیفات و تالیفات ۔۔۔۔۔۔ ۵۰

مناقب

جناب اصغر لدھیانوی مرحوم ۔۔۔۔۔۔ ۵۲
جناب مولانا محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری ۔۔۔۔۔۔ ۵۳
جناب پروفیسر فیاض احمد خان کاوش ۔۔۔۔۔۔ ۵۴

Marfat.com

حیاتِ مظہری

ابتدائیہ

کاروانِ حیات رواں دواں ہے، قافلوں پر قافلے چلے آرہے ہیں اور چلتے چلے جارہے ہیں کچھ لوگ جانے کیلئے آرہے ہیں اور کچھ آنے کے لئے آرہے ہیں۔ جاتو وہ بھی رہے ہیں لیکن وہ روشنیاں چھوڑ رہے ہیں اور اندھیری راہوں کو جگمگا رہے ہیں، اجل سہم رہی ہے کہ وہ زندگی بنا رہے ہیں اور زندگی مسکرا رہی ہے کہ وہ عروسِ دل سجائے ہیں۔

ہاں دیکھو دیکھو وہ آنے والا اپنے وقت پر آیا، بچپن ہی میں یتیم و یسیر ہوگیا۔ اس کے مولیٰ نے اس کی دستگیری فرمائی پھر وہ علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں یگانۂ روزگار ہوا، برسوں تشنگانِ علم کو سیراب کرتا رہا اور طالبانِ حق کی رہنمائی کرتا رہا۔ اس نے حریمِ محبت میں قدم رکھا تو اپنے عشق کا سکہ جما دیا، دیارِ محبوب میں پہنچا تو سب کچھ بھلا دیا اسی کو یاد رکھا جس کی یاد قرارِ جسم و جاں ہے۔ اس نے ایسی مرنجا مرنج زندگی گزاری کہ اپنے اور بیگانے سب اسی کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ اس نے اپنوں کو غیر نہ بنایا، غیروں کو اپنا بنایا۔ اس نے زندگی بھر اپنے لئے کچھ نہ کیا، جو کچھ کیا خدا اور بندگانِ خدا کے لئے کیا۔ اس نے امامت کی تو ایسی اور تلاوت کی تو ایسی کہ قلب و روح تڑپ کر رہ گئے اور سجدوں میں معراج کا سا لطف آگیا۔ وہ مجسمۂ حمیت و غیرت تھا، اس نے خانۂ خدا کی عزت و ناموس کے لئے اپنی عزت کو عزت اور اپنی جان کو جان نہ سمجھا۔ اس نے آڑے وقت میں ملتِ اسلامیہ کی وہ خدمت کی کہ باید و شاید، وہ ذرائع ابلاغ کے سہارے زندہ نہ رہا۔ وہ خود پیکرِ حیات تھا۔ اس نے ہزاروں کفار و مشرکین کو راہ راست پر لگایا، ان کے دلوں کو جگمگایا، ان کے سینوں کو چمکایا۔ اس نے اپنی عزیمت پسندی سے بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کے وہ چراغ روشن کئے جو رہتی دنیا تک روشن رہیں گے۔ اس نے

Marfat.com

اپنے جگر گوشوں کو تہذیب جدید کی مسموم فضاؤں سے بچائے رکھا کہ وہ ربِ کریم کے حضور شرمسار نہ ہوں اُس نے اپنے جاں نثاروں کو محبوبِ رب العالمین (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف لگائے رکھا اور اسی کے نقشِ قدم پر چلایا، اس میں مشیخت کی ذرا بو نہ تھی اس نے فقیرانہ بسر کی اور اپنے ماحول پر فاہرانہ نظر رکھی۔ اور بالآخر رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ماہِ محبوب، شعبان المعظم کی ۱۴ کو وہ ماہِ نیم ماہ، مہرِ نیم روز کی مانند چمک کر عالمِ فانی میں غروب ہو گیا اور پھر آب و تاب سے عالمِ باقی میں طلوع ہوا ؎

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے، اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے

آؤ آؤ اس خورشید جہاں تاب کا نظارہ کریں، اس کی ضوفشانیوں سے اپنے دل منور کر لیں ـــــ جس کے متعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شاہ کرامت اللہ خان صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ یہ پیش گوئی فرما رہے ہیں:۔

"میرے[1] بعد اگر کوئی چراغ روشن ہوا تو وہ مولانا مظہر اللہ ہونگے"

شمعِ کون و مکاں کی آمد ہے
منظرِ کن فکاں کی آمد ہے

قبلۂ عارفاں کی آمد ہے
کعبۂ زاہداں کی آمد ہے

بے سہاروں کی چارہ سازی کو
طاقتِ ناتواں کی آمد ہے

پھر طریقت کا باغ مہکے گا
ابرِ گوہر فشاں کی آمد ہے

بے قرار و! نہ اتنا گھبراؤ
راحتِ قلب و جاں کی آمد ہے

فیضِ مسعود رہے سدا جاری
سیلِ ابرِ رواں کی آمد ہے

کیوں نہ مسرور روح کاوش ہو
راحتِ دلبراں کی آمد ہے

پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش

---

[1] یہ پیش گوئی جناب فیروز الدین سملوی نے روایت کی ہے، موصوف نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ سے خود سماعت فرمائی تھی۔ (مسعود)

Marfat.com

ولادت

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پاک و ہند کے مشہور صوفی شیخ جلال الدین[1] تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۵۸۱ء) کی اولاد امجاد سے تھے، آپ کے جد امجد حضرت مفتی محمد مسعود[2] شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۸۹۲ء) جلیل القدر فاضل و فقیہ تھے اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ طریقت۔ آپ کے والد ماجد حضرت مفتی محمد سعید[3] رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۸۸۹ء) بھی عالم و عارف تھے۔ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نسباً فاروقی، مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ ۱۵ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۶ء کو دہلی میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ۱۸۸۹ء میں آپ کے والد ماجد کا وصال ہو گیا اور دوسرے ہی سال ۱۸۹۰ء میں آپ کی والدہ ماجدہ انتقال فرما گئیں۔ ۴ سال کی عمر میں آپ یتیم و یسیر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو بے سہارا بنا کر اپنا سہارا اعطا فرماتے ہیں اور

---

[1] محمد مسعود شاہ۔ نور العرفان (قلمی)، ص ۱

[2] مبلغ اسلام مولانا محمد امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے (جن کے دست حق پرست پر تین ہزار غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے۔) ۹۶ سال کی عمر میں ایک کتاب تفسیر ابر کرم (۱۸۸۸ء) لکھی تھی۔ اس میں حضرت مفتی محمد مسعود شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں جس سے آپ کی فقاہت، روحانیت مقبولیت و مرجعیت کا اندازہ ہوتا ہے (ص۔ ۱۰۴) اس کے علاوہ آپ کے تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ فرمائیں:۔ (۱) محمد ہدایت اللہ نقشبندی: معیار السلوک و دافع الاوہام والشکوک (۱۹۲۶ء) مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۳۶ء، ص۔ ۲۳۹ (ب) محمد امان اللہ: وصال الجمیل مطبوعہ دہلی ۱۹۲۶ء ص ۹ (ج) محمد مسعود احمد: تذکرۂ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء)

[3] حضرت مفتی محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد سے بیعت تھے اور انھیں سے اجازت و خلافت حاصل تھی، صاحب جذب اور عالم و فاضل تھے۔ آپ کا ایک فتویٰ (محررہ ۱۸۸۶ء) مجموعۂ فتاویٰ (مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور ۱۸۹۱ء) میں موجود ہے۔ مسعود

Marfat.com

جس کو اس کا سہارا مل جائے تو پھر اس کو کسی دوسرے سہارے کی ضرورت نہیں رہتی ؎

چھوڑ کر در کو ترے جائے کہاں تیرا گدا
تجھ سے تجھ کو مانگتا ہوں اپنے جلوے کر عطا   مظہرؔ

کفالت

والدین کے وصال کے بعد ۱۸۸۹ء سے آپ کے جدامجد حضرت مفتی محمد مسعود شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کفالت فرمائی لیکن ابھی حضرتؒ ۶ سال ہی کے تھے کہ ۱۸۹۱ء میں جدامجدؒ کا وصال ہوگیا۔ چنانچہ ۱۸۹۱ء سے نانی صاحبہ علیہا الرحمہ نے کفالت فرمائی، ۱۸۹۶ء میں یہ بھی رحلت فرما گئیں، اس وقت حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی عمر شریف ۱۳ سال تھی ۱۸۹۶ء سے عم محترم حضرت مولانا عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۴ء) نے کفالت فرمائی۔ آپ ہی کی کفالت میں تعلیم مکمل کی اور ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔

بچپن ہی میں یتیمی و یسیری، پھر جدامجد اور عم محترم کی بالترتیب کفالت، حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد دلا رہی ہے، جو ان کے ہو جاتے ہیں اُن کی دست گیری فرما کر محبوب کی راہوں پر چلاتے ہیں اور راہِ جاناں سے بہتر اور کونسی راہ ہے؟

علمیّت

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے قرآن کریم سے تعلیم کا آغاز فرمایا، قرآن کریم اصولِ تجوید و قرأت کے ساتھ حفظ کیا اور پھر معاصرین علماء سے علومِ عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی، اس کے بعد ذاتی مطالعے سے مختلف علوم و فنون میں وہ کمال پیدا کیا کہ باید و شاید بالخصوص فن فتویٰ نویسی میں وہ مہارت پیدا کی کہ معاصرین میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا، مختلف علوم و فنون میں متعدد تصانیف ہیں جن کا ذکر مناسب مقام پر کر دیا گیا ہے ـــــ افغانستان کے مشہور عالم و عارف حضرت نور المشائخ مجددی کابلیؒ (م ۱۹۵۶ء) حضرت مفتی اعظمؒ کی علمیّت اور روحانیت کے دل سے معترف تھے اور فرماتے تھے "مفتی مظہر اللہ مرد باطن است و عالم خوب است"۔

Marfat.com

روحانیت

۱۸۹۶ء میں عارف کامل حضرت سید صادق علی شاہ[1] رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۹۹ء) کی طلبِ خاص پر حضرت مولانا رکن الدین شاہ[2] الوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۳۶ء) کے ہمراہ مکان شریف (ضلع گورداسپور، مشرقی پنجاب، بھارت) حاضر ہوئے اس وقت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی عمر شریف صرف ۱۳ سال تھی۔ حضرت سید صادق علی شاہؒ نے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت فرمایا اور ایسی توجہ خاص سے نوازا کہ بیخود کر دیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا رکن الدین شاہؒ کے سپرد فرمایا۔ دوسرے ہی سال یعنی ۱۸۹۸ء میں حضرت سید صادق علی شاہؒ کا وصال ہوگیا چنانچہ حضرت مولانا رکن الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت فرمائی اور بفضلہٖ تعالیٰ چاروں سلاسل میں اجازت وخلافت سے نوازا۔[3] حضرت مفتی اعظمؒ کے مریدین ومعتقدین پاک وہند میں ہزاروں کی تعداد میں

---

[1] حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمۃ، حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے جد امجد حضرت مفتی محمد مسعود شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ طریقت حضرت امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۶۵ء) کے فرزند ارجمند تھے اور مفتی محمد مسعود شاہؒ کے تلمیذ رشید۔ قاضی قائم الدین قانون گو نے ذکر مبارک کے نام سے دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی تھی جس کی دوسری جلد حضرت امام علی شاہؒ کے حالات پر تھی اسیطرح مولوی سید احمد علی مرحوم نے آثار قیومیہ کے نام سے آپکے حالات پر ایک کتاب لکھی تھی۔ یہ دونوں کتابیں نایاب ہیں، حضرت امام علی شاہ اور حضرت صادق علی شاہ علیہما الرحمۃ کے حالات تذکرۂ مظہر مسعود حصہ اول (مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء ص ۳۴ تا ۴۲) میں ملاحظہ فرمائیں۔

[2] حضرت شاہ رکن الدین الوریؒ، حضرت شاہ محمد مسعودؒ کے اجلۂ خلفاء میں تھے۔ آپ کا رسالہ رکن دین شہرتِ دوام حاصل کر چکا ہے۔ آپکے صاحبزادے اور حضرت مفتی اعظمؒ کے فرزند نسبتی حضرت العلامہ مفتی محمد محمود الوری دامت برکاتہم العالیہ حیدرآباد سندھ میں رونق بخش مسند ارشاد ہیں۔ ۲۰ اور ۲۱ شوال کو حیدرآباد سندھ میں آپ کا عرس ہوتا ہے۔

[3] حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ دہلی کے مشہور صوفی حضرت شاہ ابوالخیر مجددی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۲۴ء) سے بھی مستفیض ہوئے۔ (زید ابوالحسن فاروقی: مقامات خیر مطبوعہ دہلی ۱۹۷۲ء ص ۳۸۹، ۴۷۰)

۱۲ مسعود

Marfat.com

پھیلے ہوئے ہیں۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ، حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جیتا جاگتا نمونہ تھے آپ کی حیاتِ مبارک پر عشق الٰہی اور عشق مصطفوی غالب تھا، جلوتوں میں، خلوتوں میں، محراب و منبر میں ابتلاء ومصیبت میں ہر جگہ اسی عشق کی جلوہ گری تھی ؂

کبھی تنہائیِ کوہ ودمن عشق ، کبھی سوز و سرورِ انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب ومنبر کبھی مولا علی خیبر شکن عشق

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ فنا فی الرسول تھے، فنائیت کا یہ عالم تھا کہ ۱۴ سال کی عمر شریف سے ۸۵ سال کی عمر تک کبھی نماز تہجد قضا نہ فرمائی۔ ستر سال تک پابندی سے نماز تہجد ادا کرنا معمولی بات نہیں یہ کمال اسی کو حاصل ہوتا ہے جس کو عطائے خاص سے نوازا جاتا ہے۔

مقام فنا فی الرسول سے مقام فنا فی اللہ تک پہنچے تو پھر یہ عالم تھا کہ جب ۱۹۴۵ء میں حج بیت اللہ شریف کے لئے حاضر ہوئے تو دیار محبوب میں ماسوا اللہ کے نقوش دل سے ایسے محو ہوئے کہ نام ونشان تک باقی نہ رہا حتی کہ اولاد کے نام بھی صفحۂ دل سے مٹ گئے، حاضرین محویت اور استغراق کا یہ عالم دیکھ کر حیران وششدر رہ گئے۔ اللہ اللہ ؂

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے مکتوبات شریف کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عشقِ خداوندی کی اعلیٰ منازل پر پہنچ چکے تھے۔ قلم سے شراب عشق کے چشمے ابل رہے ہیں، ایک ایک سطر عشق میں ڈوبی ہوئی ایک ایک جملہ امینِ عشق ومحبت عشق الٰہی میں اسی فنائیت کی وجہ سے ان کے تصور سے سوتے ہوئے دل جاگ جاتے تھے۔ مشرقی پنجاب (بھارت) کے ایک نومسلم فاضل ومحقق پروفیسر سردار جوگندر سنگھ مرحوم ایک مکتوب میں راقم الحروف کو لکھتے ہیں:۔

" اور آپ کا چہرۂ مبارک تصور میں لانے سے فوراً دل یادِ الٰہی میں مصروف

Marfat.com

ہو جاتا ہے۔ [۵۱]"

سبحان اللہ جب تصور کا یہ عالم ہے تو صحبت کا کیا عالم ہوگا!

کمالِ عشق و محبت یہی ہے کہ محب کو دیکھئے تو محبوب سامنے آجائے۔ لیکن بعض حضرات کمالِ سیرت پر نظر نہیں رکھتے ہیں کرامات کو حاصلِ زندگی سمجھتے ہیں، کرامات حاصلِ زندگی نہیں، زندگی خود حاصلِ زندگی ہے ع

فقط خودی ہے خودی کی نگاہ کا مقصود

صرف زندگی پر نظر رکھیئے اور آئینۂ اسوۂ مصطفےٰ سامنے رکھکر اس کو سنوارتے جائیے۔ بنی سنوری صورتیں مل جائیں، غنیمت جانیئے اور توفیق الٰہی شاملِ حال رہے تو اکھیں کے ہو کر رہیئے کہ صحبتِ گل اثر سے خالی نہیں۔

مرجعیت

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ متقدمین اہلِ سنت و جماعت کے مسلک پر عمل پیرا تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ (م ۱۶۲۴ء) کے اخلاف کرام اور حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ (م ۱۹۲۱ء) کی اولاد امجاد، خلفاء کبار اور تلامذۂ کرام سے خصوصی تعلقات تھے۔ آپ اخلاق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ تھے اس لئے دہلی و بیرونِ دہلی کے دوسرے مسلک کے علماء بھی نہایت خلوص و محبت سے حاضر ہوتے تھے اور حضرت مفتی اعظمؒ کے مثالی تقویٰ، تبحر علمی اور حق گوئی و بیباکی کے دل سے معترف تھے چنانچہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ مرحوم فرماتے تھے:۔

"تقویٰ و پرہیزگاری میں حضرت امام صاحب کی نظیر نہیں" [۵۲]

---

[۵۱] مکتوب محررہ ۱۶ مئی ۱۹۶۹ء از پٹیالہ۔

[۵۲] یہ قول اس شخص نے نقل کیا تھا جو مرید ہونے کے لئے مفتی صاحب کے پاس پہنچا تھا اور پھر انھوں نے ان مدحیہ کلمات کے ساتھ اس کو حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی طرف رجوع کیا تھا۔ مسعود

Marfat.com

اسی طرح مولانا محمد الیاس مرحوم فرماتے تھے :-

"اگر مردِ کامل کی صحبت اختیار کرنی ہو تو حضرت امام صاحب کی صحبت میں بیٹھو" ۔ ف۱

اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مرحوم (ممبر پارلیمنٹ) اپنی خلوتوں میں فرماتے تھے۔

"فقاہت اور فنِ فتوٰی نویسی میں حضرت مفتی صاحب کا ہندوستان میں ثانی نہیں" ۔ ف۲

مولانا سلطان محمود مرحوم (صدر المدرسین مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری) فرماتے تھے :-

"شریعت کی برہنہ تلوار ہیں، ان کے ہاں کوئی مصلحت اور کسی قسم کی رورعایت ہی نہیں" ۔ ف۳

ان شواہد سے اندازہ ہوگا کہ علم وفضل، زہد وتقوٰی اور حق گوئی وبیباکی میں حضرت کا کیا مقام تھا۔ گلزار دہلوی نے حضرت کی منقبت میں اسی مرجعیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے ؎

اپنے تو پھر بھی اپنے ہیں، اپنوں کا ذکر کیا

غیروں کی بھی زباں پہ شہرہ تمہارا ہے،

حضرت مفتیِ اعظم کی ذاتِ گرامی ایک قسم کا سنگم تھی جہاں موافق و مخالف سب جمع ہوتے تھے اور سب ہی فیض پاتے تھے۔ حضرت کا دربار ایک ایسے طبیب کا مطب نہ تھا جو مریضوں کو دھتکارتا ہے اور صحت مندوں سے پیار کرتا ہے بلکہ وہ ایک ایسا مطب تھا

ف۱ یہ قول مولانا محمد عبد المتین خطیب نے نقل فرمایا ہے موصوف نے مولنا محمد الیاس مرحوم کی محفل میں خود ان کی زبان سے سنا تھا۔

ف۲ یہ قول مولنا حفظ الرحمٰن مرحوم کی مجلس کے ایک حاضرباش نے خود راقم الحروف سے نقل کیا تھا۔

ف۳ یہ قول مولانا سیف الاسلام (لاہور) نے خود مولنا سلطان محمود مرحوم سے سنا تھا جو موصوف نے اپنے مکتوب محررہ ۲۶ ر مئی ۱۹۷۴ء میں نقل کیا ہے۔ مسعود

Marfat.com

جہاں مریضوں کے لئے تریاق اکسیر تھی، اور صحت مندوں کے لئے آبِ حیات، جہاں سب آتے تھے، کافر و مشرک تک آتے تھے اور ہزاروں اسلام کی سعادت سے بہرہ ور ہو کر جاتے تھے۔

علامہ اخلاق حسین دہلوی نے حضرت رح کے اخلاق کریمانہ کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"میانہ روی کی روش کو اپنایا جس کی بنا پر آپ کو "صلہ" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، جس کا خاطر خواہ اثر ہوا اور یگانگت کی راہ روشن ہوئی۔"[۱]

بعض مشائخ دوسرے سلاسل کے مشائخ سے کچھ نہ کچھ اختلاف رکھتے ہیں اور تحریر و تقریر میں اشارۃً یا صراحتاً اس کا اظہار بھی فرماتے ہیں لیکن حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی جلوت و خلوت اور تحریر و تقریر میں اس قسم کی کوئی بات نہیں دیکھی گئی اور نہ سنی گئی آپ کی محفلوں میں اس حقیقت کا شدید احساس ہوتا تھا کہ بیعت دراصل بیعتِ محبت ہے، جب حریم محبت میں داخل ہو گئے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اہلِ محبت سے کسی قسم کا بیر رکھا جائے۔ جس طرح حضرت کی محفل میں ہر مسلک کے علماء آتے تھے اسی طرح ہر سلسلۂ طریقت کے مشائخ بھی آتے تھے اور ان سے ایسے مخلصانہ تعلقات تھے کہ غیریت کا گمان تک نہ ہوتا تھا، عینیت ہی عینیت نظر آتی (رحمہم اللہ تعالیٰ)

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک مسلک کے علماء کی محفل میں دوسرے مسلک کے علماء کی غیبتیں ہوتی ہیں اور طعن و طنز کیا جاتا ہے حضرت کی مجالس ان خرافات سے پاک تھیں، کسی کی مجال نہ تھی کہ کسی عالم یا کسی بھی شخص کی غیبت یا اس پر طعن و طنز کر سکے کوئی ایسی جرأت کرتا تو فوراً ٹوک دیا جاتا، خلوتوں میں بھی اور جلوتوں میں بھی کہ ویل لکل همزة لمزة۔ یہی وہ خلقِ عظیم تھا جس نے موافق و مخالف سب کو گرویدہ بنا دیا تھا۔ مبلغ اسلام مولانا منور حسین سیف الاسلام مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں :-

---

[۱] ماہنامہ عقیدت (نئی دہلی) شمارہ جولائی و اگست ۱۹۶۷ء، ص ۳۰

"میں نے دہلی آنے کے قبل پندرہ سال انڈیا کے تمام ہی صوبوں کی گشت کی، یہ کمال کسی صاحب میں نہیں پایا کہ موافق و مخالف سب گرویدہ ہوں۔ ۵ل (مکتوب محررہ، مئی ۱۹۷۴ء)

للّٰہیت

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا سارا وقت خدا اور بندگانِ خدا کے لئے صرف ہوتا تھا، کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جو اپنے نفس کے لئے صرف کیا جاتا۔ انسانیت و شرافت کی یہ وہ منزل ہے جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو پہنچایا تھا جب تک انسان کی کوشش کا محور اس کی اپنی ذات ہے وہ حیوانی منزل سے آگے نہیں بڑھ سکتا کہ حیوان بھی اپنی اپنی معیشت کے لئے سامان مہیا کر لیتے ہیں اس لئے اگر انسان ایسا کر لیتا ہے تو کونسا کمال کرتا ہے۔ یہ معمولی بات نہیں کہ انسان قدرت و طاقت رکھتے ہوئے اپنے عیش و تنعم سے بے نیاز ہو کر دوسروں کے لئے اپنی زندگی صرف کر دے۔ یہ بڑی اولوالعزمی اور ہمت کی بات ہے۔ مبارک ہیں وہ جنھوں نے ساری زندگی خدا اور بندگان خدا کی خدمت کی اور اس روشن راہ پر چلے جس پر تاجدار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم چلے۔ ہاں انھیں نفوس قدسیہ کے لئے فرمایا صراط الذین انعمت علیہم۔ اس سے بڑھ کر

۵ل مولانا سیف الاسلام، مدرسہ منظر الاسلام (بریلی) میں سات آٹھ سال رہے اور مولانا امجد علی رح (خلیفہ حضرت فاضل بریلوی رح) سے تفسیر و حدیث پڑھی، پھر امروہہ چلے گئے اور وہاں مولانا عبدالرحمٰن توکلی (محشی بیضاوی و مطول، تلمیذ مولانا محمد قاسم نانوتوی خلیفہ مولوی رشید احمد گنگوہی ہم سبق مولوی محمود حسن) سے پڑھا اور وہیں سے سند حاصل کی، مفتی محمد کفایت اللہ مرحوم نے دستار بندی کی۔ شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادی رح کے خلیفہ مولانا عبدالکریم رح سے بیعت ہوئے۔ تحریک آزادی اور تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ نصف صدی سے تبلیغ دینِ اسلام میں مصروف ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد دہلی سے لاہور آکر مقیم ہو گئے۔ اس وقت عمر شریف ستر سال سے متجاوز ہوگی۔ مسعود

Marfat.com

محبوب کا کیا انعام ہوگا کہ خود سے بے نیاز کر کے اپنا نیاز مند بنا لیا اور سب کی خدمت کے لئے محب کو وقف کر دیا ؎

شمع کی طرح جئیں بزم گہ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

امامت

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ مسجد جامع فتحپوری دہلی[1] کے شاہی امام وخطیب تھے، خطابت وامامت کا یہ سلسلہ جد امجد مفتی محمد مسعود شاہ[2] رحمۃ اللہ علیہ سے منتقل ہوتا ہوا آپ تک پہنچا۔ مسجد فتحپوری کو ہمیشہ سے مرکزیت حاصل رہی ہے، یہاں علماء وصوفیاء اور سیاست داں سب ہی آتے رہے ہیں[3]۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث[4] دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۶۲ء) بھی

---

[1] یہ مسجد ۱۶۵۰ء میں ملکہ فتحپوری بیگم (زوجہ شاہجہاں بادشاہ) نے بنوائی تھی (یہ مسجد سنگِ سرخ کی ہے لیکن اب اس کا سارا فرش سنگِ مرمر کا بنا دیا گیا ہے۔ مسعود

(سرسید احمد خاں:۔ آثار الصنادید، مطبوعہ دہلی ۱۸۴۷ء، ص ۵۶)

[2] مسجد فتحپوری میں مفتی محمد مسعود شاہ علیہ الرحمہ کی حیات مبارک میں ۱۸۷۸ء میں دار العلوم عربیہ (مدرسۂ عالیہ) قائم ہوا۔ اس کے پہلے صدر مدرس مولانا محمد شاہ صاحب محدث دہلوی (م ۱۸۸۶ء) تھے (محمد امان دہلوی: وصال الجمیل، مطبوعہ دہلوی ۱۹۲۶ء، ص ۳) حضرت محمد مسعود شاہ علیہ الرحمہ نے اس سے بہت پہلے درس حدیث شروع کر رکھا تھا، یہ دار العلوم آپ ہی کے فیضان علمی کا مرہونِ منت ہے۔ مسعود

[3] تحریک آزادئ ہند کے زمانے میں مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی، مولانا حسرت موہانی، قائد اعظم محمد علی جناح، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ظفر علی خاں، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا مظہر الدین شہید، شہید ملت لیاقت علی خاں، علامہ عنایت اللہ مشرقی وغیرہ اور بہت سے علماء وسیاست داں آتے رہے، ان میں سے بعض نے مسلسل تقریریں بھی کیں۔ مسعود

[4] رحیم بخش دہلوی: حیات ولی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۳۰۷

Marfat.com

یہاں تشریف لائے ہیں۔ حضرت محدث علی پوری پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۹۵۱ء) نے بھی اوائل عمر میں یہاں قرآن کریم سنایا۔[۵۱] حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے اس مسجد میں تقریباً نصف صدی امامت و خطابت کے فرائض انجام دئے۔[۵۲] آپ کے دم قدم سے یہ مسجد علم و حکمت اور معرفت کا گہوارہ بن گئی، آپ کی اقتدا میں نماز میں وہ لطف آتا، کہ بایدوشاید یکسوئی اور توجہ الی اللہ کا وہ عالم ہوتا کہ کہیں نہ دیکھا گیا اور نہ سنا گیا۔ حضرت مولانا حامد جلالی رحمۃ اللہ علیہ (از اولاد امجاد حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے۔

"مسجد فتحپوری میں حضرت کے پیچھے بیس تیس سال نمازیں پڑھیں لیکن اس طویل عرصے میں حضرت کو کبھی سہو نہیں ہوا۔ یہ دلیل ہے حضرت کے توجہ کامل کی اور یہ عظیم کرامت ہے۔"

جب یہ توجہ کامل میسر آجائے تو نماز معراج المومنین کیوں نہ ہو اور کیوں نہ اس نماز میں حضوری کی وہ کیفیت پیدا ہو کہ دل سینوں سے نکل پڑیں۔ حضرت جب تلاوت فرماتے نزول وحی کا سماں بندھ جاتا، دل لرزنے لگتے، کلیجہ کانپنے لگتا۔

حضرت مفتی اعظمؒ کی ذات گرامی سے یہ مسجد مرجع خاص و عام بن گئی تھی۔ ہند و بیرون ہند سے بے شمار فتوے چلے آتے اور انھیں فتووں کی روشنی میں مسلمانوں کے سیاسی اور غیر سیاسی معاملات طے کئے جاتے۔ اہلِ حاجت وظائف و تعویذات کے لئے چلے آتے

---

۵۱ (۱) سید حید رحسین علی پوری: تذکرہ شہِ جماعت مطبوعہ ۱۹۷۳ء، ص

(ب) امین الدین: صوفیۂ نقشبندیہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۳۵۲۔

۵۲ حضرت مفتی اعظم کے بڑے صاحب زادے حضرت مولانا مفتی محمد مظفر احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ۲۵ سال نیابۃً امامت کے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۴۷ء میں جب وہ پاکستان تشریف لے آئے تو یہ فرائض حضرت کے دوسرے صاحبزادے مولانا الحاج محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ انجام دیتے رہے، حضرت جب ضعیف و نحیف ہو گئے تو پھر آپ ہی نے کلیۃً امامت کے فرائض انجام دئے۔ آج کل حضرت مفتی اعظم کے بڑے صاحب زادے حضرت مولانا مفتی محمد مشرف احمد مدظلہ العالی اور پوتے مولانا محمد مکرم احمد سلمہ اللہ تعالی (ابن حضرت مولانا محمد احمد مرحوم) افتاء و امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مسعود

Marfat.com

اور ان سب کی خدمت محض لوجہ اللہ کی جاتی اور کسی سے اپنی ذات کے لئے کچھ نہ لیا جاتا۔

ماہِ رمضان المبارک اور ماہِ ربیع الاوّل میں اس مسجد کی رونق دیدنی ہوتی حفاظ کی قرارت سے مسجد کی فضائیں گونجتی رہتی تھیں۔ ۱۲ ربیع الاول کی شب اور صبح کو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی خوشی میں عجب اہتمام ہوتا ہے مسجد دلھن بنائی جاتی اور ساری رات محفلِ میلاد ہوتی، موافق و مخالف سب شریک ہوتے، نماز فجر سے پہلے صلوٰۃ وسلام پر محفل ختم ہوتی، نمازِ فجر کے بعد منوں مٹھائی تقسیم کی جاتی اور پھر صبح سے شام تک دیگوں کھانا کھلایا جاتا۔ یہ سب کچھ حضرت مفتی اعظم کی سرپرستی اور نگرانی میں ہوتا۔ اس مبارک موقع پر حضرت کی مسرت کا عالم دیدنی ہوتا۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ)۔ پاک وہند میں روحانیت سے بھرپور ایسی مرنجاں مرنج محفل دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس محفلِ پاک میں اخلاص ہی اخلاص ہوتا، محبت ہی محبت ہوتی، چنانچہ مولانا محمد حسن حقانی (ممبر صوبائی اسمبلی سندھ) کے جد امجد حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ المتخلص بہ حافظ، حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی منقبت میں فرماتے ہیں:۔

مولوی مظہر اللہ شیخ المسلمین

طالبِ ذکرِ نبی ہیں اور خواہاں کچھ نہیں

حمیّت

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے اس مسجد میں امامت و خطابت اور بیعت وارشاد[۱] کے ہی فرائض انجام نہیں دیئے بلکہ اس خانہ خدا کی حفاظت و نگہبانی میں اپنی عزت کو عزت اور اپنی جان کو جان نہیں سمجھا اور جس استقامت و جرارت کا مظاہرہ فرمایا وہ تاریخ عزیمت

---

[۱] حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ کی معیت میں مسجد شہید گنج کی تحریک میں بھی نمایاں حصہ لیا تھا۔ (اداریہ روزنامہ نئی روشنی کراچی: ۴ر دسمبر ۱۹۶۶ء)

Marfat.com

کا ایک روشن باب ہے۔ یہاں صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جو تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔

۱۹۳۸ء سے کچھ قبل پشتۂ مسجد فتحپوری کا سانحہ پیش آیا۔ یہ سانحہ مسجدِ کانپور اور مسجد شہید گنج لاہور سے کچھ کم تشویشناک نہ تھا بلکہ اس سے کہیں زیادہ افسوسناک اور شرمناک تھا۔ وہاں اغیار کا ظلم و ستم رنگ لایا اور یہاں اپنوں کی دین فروشی نے یہ ستم ڈھایا ـــــ!

واقعہ یہ ہے کہ دہلی کے مشہور و معروف ہندو سیٹھ گڈوڈیا نے مسجد کے مغربی سمت ایک طویل و عریض عمارت اور مارکیٹ بنانے کا منصوبہ بنایا، اس کیلئے مسجد کا پشتہ اور متعلقہ زمین جو وقف تھی مسجد کی منتظمہ کمیٹی سے خرید لی۔ اس کمیٹی میں مفتی محمد کفایت اللہ مرحوم بھی تھے، یہ اس کا نہایت افسوسناک پہلو تھا۔ بہرکیف ہندو سیٹھ نے ایک عظیم الشان عمارت کی تعمیر شروع کی اور مسجد کی مغربی سمت کے چار ساڑھے چار سو فٹ طویل حصّے کو پشتے، برجیوں اور کنگرے سمیت اس عمارت میں دبا دیا اور عمارت کو ایک عظیم الشان مندر کی شکل دیدی گئی، چاروں کونوں پر گنبد اور محرابِ مسجد سے ذرا ہٹ کر ایک بلند و بالا گنبد بنایا جس سے ناقوس کی آواز سُنی گئی ؎

آنکھوں سے بہا خون مرے، دل مرا ردیا
ناقوس بجایا جو مرے سامنے شب کو

(احمد بن عبد الرحمٰن)

اور عمارت کے پرنالے مسجد کی چھت پر کھولدیئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خانؒ کے خلیفہ مولانا برہان الحق جبلپوری علیہ الرحمہ جب دہلی تشریف لائے تو پشتۂ مسجد اور اس عمارت کو بچشمِ خود ملاحظہ فرمایا۔ موصوف نے مولانا مظہر الدین شہید کے نام ایک مکتوب میں اپنے تاثرات کو اِس طرح بیان فرمایا ہے:۔

"مسجد فتحپوری کی چھت پر پہنچ کر پشتۂ مسجد پر قائم شدہ عمارت کو

اچھی طرح دیکھا، ایک ہی نظر میں زیادتیوں کی پوری روئداد ذہن میں آگئی، نہایت تکلیف دہ منظر تھا کہ ایک قدیم شاہی مسجد کا وہ پشتہ جو صرف حفاظتِ مسجد واستحکامِ دیوارِ مسجد کے لئے مسجد کے ساتھ ساتھ تعمیر ہوا اور ملحق و توابع مسجد ہونے کے سبب شرعاً مسجد ہی کے حکم میں ہے، اس پشتے پر آج ایک متعصب مشرک کی مندر نما عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ ساتھ ہی یہ امر دل خراش ہے کہ اس کی نالیاں مسجد کی دیوار پر نکلتی ہیں جن سے ہر قسم کا پانی دیوارِ مسجد پر گرے گا۔ طرفہ یہ کہ مسجد کی یادگار اسلام عالی شان گنبدوں اور میناروں کے درمیان اس مکان کی مندر نما گمٹیاں دیوارِ مسجد سے متصل ہونے کے سبب ایک نووارد دیکھنے والے کے لئے پوری مسجد پر مندر کا گمان پیدا کر سکتا ہے۔ میرے خیال میں اس ظالم بانیٔ مکان کے غاصبانہ تصرف و تسلط کا سبب مسجد کے مہتممین کی مجرمانہ غفلت ہے۔ مولانا المکرم پشتۂ مسجد فتحپوری کی یہ حالت دیکھ کر دل بھر آیا، خون کے آنسو نکل آئے، اور ایک آہ جگر خراش دل سے نکلی اور پشتۂ مسجد پر اس ظالمانہ تصرف کے باعث ایک خونی منظر کا[1] مستقبل میں خدانخواستہ پیش آنے والا نقشہ دماغ میں کھنچ گیا، کلیجہ پکڑ کر واپس آگیا۔

والسلام مع الاکرام

فقیر برہان الحق رضوی غفرلہٗ

۹ رجمادی الآخر ۱۳۵۷ھ[2]

اس عظیم سانحے نے حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو نہایت مضطرب وبےچین کر دیا۔ چنانچہ منتظمہ کمیٹی کی اس دیں فروشی کی سخت گرفت کی، مسلمانانِ دہلی کو بیدار کیا اور ایک

---

[1] مولانا نے جس خونی منظر کا اندیشہ ظاہر فرمایا ہے وہ ۱۹۴۷ء میں فسادات کے دوران دیکھنے میں آیا۔ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔ مسعود

[2] روزنامہ وحدت (دہلی) ۲۰ / اگست ۱۹۳۸ء

پرجوش جدوجہد کا آغاز کیا۔ اس سانحے کے وقت حضرت کی جو کیفیت تھی اس کا چشم دید حال حضرت کے معتقد خاص سیٹھ احمد بن عبدالرحمٰن کی زبانی سُنئے :۔

"یہ وہ زمانہ تھا کہ جب خانۂ خدا کی پشت پر کدال اور پھاوڑہ بج رہا تھا، سب خاموش تھے، نہ علمار کی کوئی آواز تھی، نہ مفتیوں کی، نہ عمائدین کی اور نہ عوام کو خبر تھی کہ مسجد کے لئے کیا ظلم ہونے والا ہے۔ اس زمانے میں حضرت مفتی صاحب کے پاس میری حاضری ہوتی رہتی تھی، میں بیان نہیں کر سکتا کہ حضرت مفتی صاحب کو پشتۂ مسجد کے واقعہ نے کتنا بے چین کر رکھا تھا بار بار بیساختہ ایک آہ نکلتی تھی" [1]

پشتۂ مسجد فتحپوری کی اس تحریک میں عملی میدان میں سیٹھ احمد میمن پیش پیش تھے [2]

---

[1] سیٹھ احمد میمن : دہلی کی نئی مجلس اوقاف، مطبوعہ دہلی ۱۹۴۲ء ص ، ۱

[2] سیٹھ احمد نے اس تحریک کے سلسلے میں بہت سے اشتہارات اور بیانات شائع کرائے۔ ایک اشتہار میں مسجد اور نو تعمیر عمارت کا فوٹو اور اس کے ساتھ یہ نظم شائع کی تھی، جو جناب محمد احمد قریشی کی عنایت سے ہم کو ملی اور تاریخی حیثیت سے ایک اہم دستاویز ہے :۔

وہ مفتیٔ شرع جنھیں علم کا ہے دعویٰ — آئیں تو ذرا دیکھیں وہ اس خانۂ رب کو

وہ خانۂ رب سجدے جہاں کرتے ہیں مسلم — پامال کیا کس طرح اس خانۂ رب کو

وہ سیٹھ گڈ وڈیا جسے جانے ہے ہر اک فرد — بت خانہ بنایا اسی نے خانۂ رب کو

کافر کی شکایت کریں کیا خاک بھلا ہم — ویرانہ کیا اپنوں ہی نے خانۂ رب کو

لے فتویٰ کوئی مفتی سے اب جا کے مسلماں — سجدہ کریں مندر کو یا ہم خانۂ رب کو

ہے حکم محمد یہی اے مسلم خستہ! — ہستی کو فنا کر دے، بچا خانۂ رب کو

گر پڑھتے ہیں ہم کلمۂ توحید زبان سے — ہم جاں نذر کر دیں گے اس خانۂ رب کو

آئی یہ صدا غیب سے اے سیٹھ ذرا اُٹھ

لے ہاتھ میں شمشیر بچا خانۂ رب کو — مسعود

اور حضرت رح کے ارشادات کے مطابق کام کر رہے تھے۔ قانونی میدان میں حضرت رح کے دوسرے معتقد و مخلص جناب محمد شفیع باڑی (کلکتہ) کوشش کر رہے تھے۔ منتظمہ کمیٹی اور ہندو سیٹھ کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا۔ یہ مقدمہ برسوں چلا اور بالآخر تقسیم ہند سے کچھ قبل منتظمہ کمیٹی اور ہندو سیٹھ کے خلاف فیصلہ سُنا دیا گیا۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک

مسجد فتحپوری کی منتظمہ کمیٹی[لے] کوئی معمولی کمیٹی نہ تھی، دہلی کے علماء و عمائدین شریک

لے ۱۹۴۲ء میں یہ کمیٹی توڑ کر سنی مجلس اوقاف کے نام سے نئی کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے صدر شہیدِ ملت لیاقت علی خاں تھے اور ممبران میں حضرت مفتی اعظم کو بھی شریک کیا گیا، حضرت رح کی شرکت امور شرعیہ میں کمیٹی کو فتویٰ دینے کے لئے تھی۔ چنانچہ پاکستان کے مشہور قلم کار ملا واحدی راقم الحروف سے فرماتے تھے کہ اجلاس کے وقت حضرت مفتیِ اعظم رح خاموش رہتے جب کوئی شرعی مسئلہ سامنے آتا حضرت سے پوچھا جاتا اور حضرت جواب مرحمت فرماتے۔ ممبران کمیٹی کی شریعت سے بے خبری نے وہ روزِ بد دکھایا تھا جب مسجد کے پشتے پر ہندو سیٹھ نے مندر نما عمارت کھڑی کی تھی اس لئے اس کمیٹی کے لئے امور شرعیہ میں رہنمائی کے لئے ایک کامل رہبر کا وجودِ مسعود لازمی تھا۔ جس کا انتخاب کیا گیا۔

حضرت رح کے انتخاب کے سلسلے میں سیٹھ احمد میمن لکھتے ہیں:-

"جب اوقاف کی نئی مجلس قائم ہوئی تو آپ کا نام نامی خود بانیانِ مجلس جدید کے خیال میں آیا کہ چمکنے والے مصنوعی جواہرات تو بہت ہیں حقیقی نورانیت جس گھر میں نظر آتی ہے کیوں نہ اُس گھر کے رہنے والے کو مجلس اوقاف کے شرعی معاملات میں یکی شرعی رہنمائی کی خاطر منتخب کیا جائے، اور آپ پورے اتفاق رائے سے منتخب ہوئے۔ (دہلی کی نئی مجلسِ اوقاف ص ۳)

شہید ملت لیاقت علی خاں ۱۹۴۷ء تک مجلس اوقاف کے صدر رہے۔ اس کے بعد صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم صدر ہوئے پھر ممبر پارلیمنٹ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مرحوم صدر ہوئے حضرت مفتی اعظم مؤخر الذکر کی صدارت کے دوران مستعفی ہو گئے تھے کیوں کہ مجلس اوقاف شرعی معاملات میں غیر محتاط ہو گئی تھی اور مجلسِ اوقاف میں حضرت مفتی اعظم کی شرکت ہی اس غرض سے تھی کہ شرعی معاملات میں کمیٹی کی رہنمائی فرمائیں۔ مسعود

Marfat.com

تھے، مفتی کفایت اللہ بھی اس کے ممبر تھے۔ دنیا میں کسی مسجد کے امام کی یہ مجال نہیں تھی کہ وہ منتظمہ کمیٹی کے فیصلوں میں دخیل ہو اور شریعت کی پاسداری میں اس کے خلاف آواز بلند کرے اور رائے عامہ ہموار کر کے اس کو جھکنے پر مجبور کر دے لیکن حضرت مفتی اعظمؒ کی دینی حمیت اور غیرت کا یہ عالم تھا کہ نتائج وعواقب سے بے نیاز ہو کر اعلاء کلمۃ الحق فرمایا۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

حضرت مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ نے جس بے مثال استقلال واستقامت کے ساتھ خانۂ خدا کی حفاظت فرمائی، مولیٰ تعالیٰ نے بھی حضرت کی پوری حفاظت فرمائی۔ بلاشبہ جو اس کی مدد کرتا ہے پھر وہ اس کی مدد کرتے ہیں ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ ۱۹۴۷ء میں کئی حادثات رونما ہوئے لیکن قدم قدم پر مولیٰ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی۔ دولت کدے کو اڑانے کے لئے زینے میں بم رکھا گیا لیکن وہ بروقت معلوم کر لیا گیا۔ فسادات کے دوران دولت کدے کے آگے ایک ہجوم میں ایک سکھ نے شہید کرنے کے لئے تلوار نکالنا چاہی لیکن ایک جاں نثار نے اس کو للکارا تو وہ ٹھٹھک کر رہ گیا، حضرت کے چہرہ مبارک پر اضطراب کا نام ونشان بھی نہ تھا، سکون ہی سکون تھا، طمانیت ہی طمانیت تھی۔ ؎

حیات کیا ہے خیال ونظر کی مجذوبی
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناگوں

اس زمانے میں نماز جمعہ کے بعد مسجد فتحپوری کے جنوبی دالان کے آگے حضرت کی گزرگاہ پر ایک بم پھینکا گیا مگر دو منٹ ہوئے تھے کہ حضرت وہاں سے تشریف لے جا چکے تھے، بم پھٹتے ہی ایک کہرام مچ گیا اور آواز سنتے ہی حضرت مفتی اعظمؒ واپس تشریف لائے اور زخمیوں کی عیادت فرمائی۔ یہ واقعات معمولی نہیں ان سے ایک طرف عبد کامل کی طمانیت کا حال معلوم ہوتا ہے تو دوسری طرف معبود برحق کی حفاظت کی شان نظر آتی ہے جو اس کے ہو جاتے ہیں پھر ان کو کوئی نظر

Marfat.com

اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔

سیاست

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ اور آپ کے اجداد کرام نے ہر نازک دَور میں ملک وملت کی خدمت کی چنانچہ حضرت کے والد ماجد مولانا مفتی محمد سعیدؒ کے عم محترم حضرت مولانا قاری محمد مصطفٰے علیہ الرحمہ نے (جو انقلاب ۱۸۵۷ء کے وقت مسجد فتحپوری میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے تھے) دہلی پر انگریزوں کے حملے کے وقت فتوی جہاد پر دستخط ثبت فرمائے[1] یہ فتویٰ بہادر شاہ ظفر کے حکم سے دہلی کے تمام مطبعوں میں چھپا اور اس نے مجاہدین آزادی میں آزادی کی ایک نئی روح پھونکدی۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ بھی تحریک آزادی ہند سے الگ تھلگ نہیں رہے البتہ سیاسی معاملات میں ہمیشہ شریعت کو پیش نظر رکھا۔ تحریکِ خلافت کے آغاز میں (۱۹۱۹ء) کچھ عرصے شریک رہے لیکن جب تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) کا آغاز ہوا تو اس سے علیحدہ ہوگئے اور ہندو مسلم اتحاد کے خلاف فتویٰ دیا۔ اس فتوے کی بنیاد سیاسی نہ تھی بلکہ خالصۃً شرعی تھی[2]۔

مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی[3] سے حضرتؒ کے مخلصانہ تعلقات تھے، یہ حضرات حضرت کے پاس آتے جاتے تھے چناں چہ مولانا منور حسین سیف الاسلام تحریر فرماتے ہیں:۔

" مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی صاحبان بھی حضرت مفتی اعظم

---

[1] لوائے آزادی، مطبوعہ بمبئی ۱۹۵۷ء، عکس فتوی ص ۸ و ۹

[2] ملاحظہ ہو فتاوی مظہری جلد اول مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء فتوی نمبر ۲۳۹ ص ۳۲۹ تا ۳۳۴۔

[3] مولانا شوکت علی کی تجہیز وتکفین بھی حضرت مفتی اعظمؒ کی نگرانی میں ہوئی (ملاحظہ ہو روزنامہ

Marfat.com

سے ملتے تھے مگر حضوری کے بعد یہی کہتے تھے کہ مفتی صاحب اٹل ہیں، وہ مشرکوں کے ساتھ کسی صورت میں اشتراک کو جائز نہیں سمجھتے۔[۱]

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ دین و سیاست کو علیحدہ نہیں سمجھتے تھے کہ ع

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

حضرت نے ہمیشہ سیاسی معاملات کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھا اور اس دینی اور سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا جو ان کے معاصرین علماء میں ماسوائے چند ایک کے کسی کو حاصل نہ تھی۔ ترکِ موالات کے علاوہ جب مشرکینِ ہند کی تالیف قلوب کے لئے گائے کی قربانی ترک کرنے کی تحریک خود مسلمانوں کی طرف سے شروع ہوئی تو حضرت نے سخت مزاحمت فرمائی اور اس کے خلاف فتویٰ دیا۔[۲] پھر ایک عرصے بعد جب تحریکِ پاکستان شروع ہوئی تو مفتی اعظم نے جذبات سے علیحدہ رہ کر قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلے صادر فرمائے اور صحیح خطوط پر مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔ حق پسندی اور حق گوئی میں ان کا ثانی نہ تھا۔ وہ شریعت کے سامنے دوست دشمن کسی کا پاس و لحاظ نہیں رکھتے تھے۔ خود تحریر فرماتے ہیں:۔

"الحمد للہ علیٰ احسانہ میں نے مخالف کی طرف حق دیکھتے ہوئے کبھی اس کی حمایت سے دریغ نہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے قلب میں میری محبت راسخ ہو گئی، اسی طرح اپنے دوست کی طرف باطل دیکھتے ہوئے کبھی اس کی حمایت نہ کی اگرچہ وہ اس کی وجہ سے دشمن ہو گیا، لیکن مجھے نہ اس کی دوستی کی کچھ پرواہ اور نہ اس کی دشمنی کا کچھ خوف والحمد للہ علیٰ ذالک۔[۳]

۱؎ مکتوب محررہ ۲۶ مئی ۱۹۷۳ء از لاہور

۲؎ ملاحظہ ہو فتاویٰ مظہری، جلد اول، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء، فتویٰ نمبر ۲۳۵، ص ۳۲۱، ۳۲۲۔

(نوٹ) حافظ بشیر احمد غازی آبادی نے اخبار جنگ (کراچی) شمارہ ۳ اگست ۱۹۷۲ء میں "چند یادیں چند باتیں" کے زیر عنوان حضرت مفتی اعظم رح کا ایک اہم فتویٰ نقل کیا ہے جو اخبار "الہام" (بہاول پور) کے ۲ جولائی ۱۹۷۳ء کے شمارے میں جناب محمد صادق قصوری نے بھی نقل کیا ہے ۱۲ مسعود

۳؎ دارالافتاء دہلی کا قرآنی فیصلہ، مطبوعہ دہلی ۱۹۵۶ء، ص ۳۰

Marfat.com

حضرت کی حق گوئی اور حق پسندی پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے مسلک دیوبند کے ایک جلیل القدر عالم مولانا سلطان محمود صاحب (صدر المدرسین مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری) فرماتے ہیں:-

"شریعت کی برہنہ تلوار ہیں، ان کے ہاں کوئی مصلحت اور کسی قسم کی رو رعایت ہی نہیں"۔[۱]

جس کا معیارِ حق گوئی یہ ہو وہ کسی سیاسی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا کہ وہاں حمایت اور مخالفت کا دارومدار مصلحت وقت پر ہوتا ہے، شریعت پر نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسا حق پسند انسان نیک مقاصد میں سیاسی جماعت کی رہنمائی کر سکتا ہے چنانچہ تحریک پاکستان میں حضرت نے مؤثر رہنمائی فرمائی۔[۲]

روزنامہ نئی روشنی (کراچی) کے اداریہ نگار لکھتے ہیں:-

"حضرت علامہ مفتی محمد مظہر اللہ رح اگرچہ بظاہر ایک گوشہ نشین بزرگ تھے لیکن جن لوگوں کو ان کا تقرب حاصل تھا یا ان کی دینی خدمات مخلصانہ سے واقف تھے، وہ جانتے ہیں کہ دہلی میں کانگریسی علماء کے فتاویٰ شرکت کانگریس کے جواب میں استدلال شرعی سے موالات بالکفار کی نفی فرما کر تحریک مسلم لیگ واحیائے پاکستان کو بڑا فروغ دیا اور لاکھوں مسلمانوں کی ذہنی وفکری رہنمائی فرمائی۔[۳]

لیکن حضرت مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ نے جس تحریک پاکستان کا احیاء فرمایا، وہ

---

[۱] مکتوب مولانا سیف الاسلام محررہ ۲۶ر مئی ۱۹۷۴ء از لاہور

[۲] جناب محمد صادق قصوری نے حضرت مفتیٔ اعظم کی ملی خدمات پر ایک تحقیقی مقالہ قلمبند کیا ہے جو عنقریب شائع ہو جائے گا۔ مسعود

[۳] شمارہ ۱۳ر نومبر ۱۹۶۶ء، ص ۲، ک ۱، ۲۔

Marfat.com

موعودہ پاکستان تھا جہاں صرف قرآن وسنت کی بالادستی ہوتی، جہاں کے عوام وخواص خدا اور رسول کے سچے اطاعت شعار اور فداکار ہوتے۔ لیکن حیف تحریک پاکستان کے اسلام دوست مخلص مجاہدین اس صبح فروزاں کے انتظار میں تارے گنتے گنتے تھک گئے اور تھک تھک کے خدا کو پیارے ہو گئے ؎

کون جیتا ہے شبِ ہجر سحر ہونے تک
عمر اک چاہیئے یہ عمر بسر ہونے تک

اللہ اللہ ؎

مطلق پتا ملا نہ گریبانِ صبح کا،
کیسی دراز دستیٔ شب ہائے تار تھی

شکر ہے کہ اب امید کی کرن نظر آئی ہے۔ خدا کرے شب تاریک کے مارے صبحِ فروزاں کا نظارہ کریں۔ آمین اللّٰھم آمین۔

مفتی صاحب اور قائد اعظم

قائدِ اعظم محمد علی جناح حضرتِ مفتی اعظم علیہ الرحمہ سے عقیدت رکھتے تھے جس زمانے میں مسلم لیگ نے پاکستان کے نظام حکومت کے لئے قرآن وسنت کا اعلان کیا۔ قائدِ اعظم حضرت مفتی اعظم کی زیارت کے لئے مسجد فتحپوری حاضر ہوئے اس ملاقات کا حال مسلم لیگ کے سرگرم کارکن اور مبلغ اسلام حضرت مولانا سیف الاسلام کی زبانی سنئے۔ جب موصوف قائد اعظم کی کوٹھی پر تشریف لے گئے تو ان کے اور قائدِ اعظم کے درمیان یہ گفتگو ہوئی:۔

قائدِ اعظم:۔ کل میں حضرت مولانا مظہر اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ "آپ قرآن وسنت کے نام سے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی طرف بلاتے ہیں مگر افسوس کہ آپ خود قرآن وسنت سے واقف نہیں ہیں"۔

سیف الاسلام:۔ حضرت مولانا صاحب کی غرض یہ تھی کہ آپ اصولِ تفسیر، اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ سے واقف نہیں ہیں۔ ہاں تو حضرت

Marfat.com

یہ تو فرمائیے کہ جب مفتی مظہر اللہ صاحب نے یہ کہا تھا تو
آپ نے قوم کا لیڈر ہوتے ہوئے ان کو کیا جواب دیا؟

قائدِ اعظم:- (مسکرا کر) میں نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھ کو
قرآن وسنت کے علوم سے آگاہ کردے تو مولانا نے
دعا کر دی۔

سیف الاسلام:- بس آپ قرآن وسنت کے پکے مبلغ بن گئے۔ ؎۱

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی حزم واحتیاط کی انتہا تھی کہ جو قوم کو قرآن وسنت کی طرف بلا رہا تھا اس کی خلوتوں کا حال بھی معلوم کرایا کیوں کہ بالعموم سیاست دالوں کا ظاہر و باطن ایک نہیں ہوتا، کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ چنانچہ ایک روز مولانا سیف الاسلام سے فرمایا:-

"آپ تو مسٹر محمد علی جناح صاحب کی کوٹھی پر جاتے رہتے ہیں آپ ذرا دریافت کیجئے گا کہ یہ نماز روزے کے پابند ہیں اور شراب وغیرہ چھوڑ چکے ہیں"؟ ؎۲

حضرت کی ہدایت پر سیف الاسلام صاحب تشریف لے گئے۔ یہ سارا ماجرا خود ان کی زبانی سنئے:-

"بھائی جان میں ایک دن خوب غصے میں بھرا ہوا کوٹھی پر پہنچا تو ان کا خادم خاص ضلع بجنور کا رہنے والا سنی ہی تھا میں نے کہا بھائی! قائدِ اعظم تو جلسوں میں قرآن وسنت پر عمل کرانے کے لئے پاکستان بنانے کا دعویٰ کر رہے ہیں یہ تو بتائیے کہ یہ شراب تو نہیں پیتے اور نماز بھی پڑھتے ہیں؟ — تو انھوں نے کہا کہ جب سے مسلم لیگ کی اشاعت کرتے اور اپنی جماعت کو مسلم لیگ کہتے ہیں کبھی بھی کوٹھی پر شراب نہیں آئی،

؎۱ مکتوب مولانا سیف الاسلام محررہ ۲۶ مئی ۱۹۷۳ء از لاہور

؎۲ ایضاً

Marfat.com

رات کے دو بجے اُٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اور بہت دیر تک سجدے
میں روتے ہیں اور بہت گڑ گڑا کر دعا کرتے ہیں

حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ، مسلمان سیاسی رہنماؤں (خصوصاً وہ جو اسلام کے داعی تھے) کی زندگی میں اتباعِ شریعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ شہیدِ ملت لیاقت علی خاں کی کوٹھی گلِ رعنا (نئی دہلی) تشریف لے گئے تو ان کو نماز کی تلقین فرمائی انھوں نے شرم وندامت سے سر جھکا لیا اور یہ وعدہ فرمایا کہ پابندی کریں گے۔ کئی سال ہوئے شہیدِ ملت کے پرسنل سکریٹری مولانا ظفر احمد انصاری (ممبر قومی اسمبلی پاکستان) نے بھاولپور میں ایک ملاقات کے دوران یہ بات بتائی تھی۔

الغرض حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے محض خدا کے لئے دین وملت کی خدمت کی اسی لئے پاکستان وجود میں آنے کے بعد دوسرے علماء کی طرح اس طرف رُخ نہ کیا اور نہ اس پر اپنا حق جتایا، حضرت یہاں تشریف لاتے تو ان کے لئے کیا کچھ نہ ہوتا لیکن حضرت نے شانِ تقویٰ کے خلاف سمجھا کہ پاکستان جا کر مادی منافع حاصل کئے جائیں جس طرح دوسرے علماء نے حاصل کئے اور برابر حاصل کر رہے ہیں۔ حضرت مفتی اعظمؒ کی خلوص وللہیت کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب ۱۹۶۱ء میں قیام[1] کراچی کے دوران اُنکے سیکڑوں مریدین و معتقدین نے پاکستان میں مستقل قیام کے لئے اصرار کیا تو آپ نے منظور نہ فرمایا۔ اس واقعہ کو روزنامہ نئی روشنی (کراچی) کے اداریہ نگار نے اس طرح نقل کیا ہے:۔

جب مریدین نے قیامِ پاکستان کی درخواست کی تو فرمایا
"دہلی کے بے آسرا مسلمانوں کو بھی ایک خادم کی ضرورت ہے،
یہاں اللہ کا کرم ہے، آپ سب آرام وسکون سے ہیں،
خدا پاکستان کو اپنی رحمت سے نوازتا رہے، فقیر کے لئے
دہلی کا گوشہ کافی ہے"[2]

سبحان اللہ

---

[1] ایضاً:

[2] شمارہ ۴ر دسمبر ۱۹۶۶ء (اداریہ) نوٹ ص ۳۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔ مسعود

Marfat.com

شمع کی طرح جئیں بزم گہِ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

دہلی کا پندرہ روزہ اخبار 'غریب نواز' اپنے ایک اداریے میں حضرت مفتیٔ اعظم کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی مذہبی اور ملّی خدمات کا اس طرح ذکر کرتا ہے :-

"علم تصوف کے اس حقیقی شہنشاہ نے، دولت و ثروت، لالچ و طمع اور شہرت و اقتدار جیسی ظاہری طاقتوں پر لات مار کر معبود حقیقی کی رضا، خوشنودی کے لئے جامۂ فقیری میں مخلوقِ خدا کی جس طرح رہنمائی فرمائی، بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست پر لانے کے لئے بد دینی اور بد عقیدگی کی لعنت کے خلاف جو ناقابلِ فراموش جدوجہد کی، اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ خدا کے اس شیر نے ہر اس موقعہ پر جب مسلمانوں پر یا ان کے دین پر کسی بھی قسم کا

(نوٹ) حضرت مفتی اعظم رح تاسیسِ پاکستان کے ۱۴ برس بعد ۸ ر اکتوبر ۱۹۶۱ء کو پاکستان تشریف لائے پھر ۳۰ ر جولائی ۱۹۶۴ء کو دوسری بار تشریف لائے۔ پاکستان کے مختلف شہروں بالخصوص کراچی کے سیکڑوں مریدین و احباب مستفیض ہوئے اور حضرت مفتی اعظم رح کی آمد آمد کی خوشی میں پاکستان کے علماء و مشائخ اور عوام نے ضیافتیں ترتیب دیں، منقبتیں کہیں اور سپاسنامے پیش کئے۔

مسعود

Marfat.com

ناپاک حملہ ہوا ہو۔ جب بھی اسلامی قوانین کی خلاف ورزی کرنے کے ناپاک ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بڑے بڑے ابن الوقت اور کھدر پوش ملا بھی میدان میں نکلے تو خدا کے اس شیر نے نتائج سے بے پرواہ ہو کر ان کو للکارا اور حق بات کہنے سے گریز نہیں کیا"۔[1]

عزیمت

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے ہمیشہ عزیمت پر عمل فرمایا، رخصت پر نہیں۔ آپ کی زندگی میں عزیمت کا باب نہایت روشن و تابناک ہے۔ یہاں صرف چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:۔

(۱)

ایک مرتبہ والی ریاست حیدر آباد دکن میر عثمان علی خان[2] (م ۱۹۶۷ء) اپنے اسٹاف کے ساتھ دہلی تشریف لائے۔ خواجہ حسن نظامی مرحوم (م ۱۹۵۴ء) کے موصوف سے بڑے مخلصانہ تعلقات تھے۔ خواجہ صاحب دہلی کے ممتاز علماء کو نواب صاحب سے ملوانا چاہتے تھے تاکہ ان کے لئے وظیفے جاری ہو جائیں۔ چنانچہ موصوف ازراہ ہمدردی و کرم نوازی حضرت مفتی اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں حضرات کے درمیان

---

[1] پندرہ روزہ 'غریب نواز' (دہلی) مفتی اعظم نمبر (یکم نومبر ۱۹۶۸ء) اداریہ

[2] میر عثمان علی خاں نظام دکن ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے، ۱۹۱۱ء میں ساتویں نظام کی حیثیت سے تخت نشین ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں بھارتی حملے کے بعد معزول کر دیے گئے اور ۲۴ فروری ۱۹۶۷ء (۱۴ ذیقعد ۱۳۸۶ھ) بروز جمعہ 'کنگ کوٹھی' میں انتقال کر گئے۔ (روزنامہ جنگ کراچی) شمارہ ۲۶ فروری ۱۹۶۷ء ص ۱ ک ۱ و ۲)

Marfat.com

جو گفتگو ہوئی وہ مولانا سیف الاسلام صاحب نے اس طرح نقل فرمائی ہے :۔

خواجہ صاحب :۔ نظام حیدر آباد یہ جمعہ نظام الدین پڑھیں گے، میں چاہتا ہوں کہ کسی وقت آپ نظام صاحب کو اپنی ملاقات سے مشرف فرمایئے۔

حضرت مفتی اعظم :۔ اگر ان کو میری ملاقات کا شوق ہے تو بڑے شوق سے آئیں میں بھی ان کی ملاقات سے خوش ہوں گا، مگر یہ طریقہ میرے اجداد کے خلاف ہے کہ میں کسی بادشاہ یا نواب کے پاس جاؤں[1]۔

اس واقعہ کے راوی مولانا سیف الاسلام اور خواجہ حسن نظامی کے درمیان مخلصانہ تعلقات تھے چنانچہ جب مولانا سیف الاسلام خواجہ صاحب کے ہاں تشریف لے گئے تو حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے سلسلے میں ان دونوں حضرات کے درمیان یہ گفتگو ہوئی :۔

خواجہ صاحب :۔ دیکھئے مولانا سید احمد صاحب بخاری شاہی مسجد کے امام میر عثمان صاحب والی حیدر آباد سے ملے تو ان کو پانچ سو (ماہانہ وظیفہ) مقرر ہوگیا۔

سیف الاسلام :۔ خواجہ صاحب ! مگر مولانا مظہر اللہ صاحب تو ہزاروں (روپے) خود غریبوں، مسافروں، مصیبت زدوں پر خرچ کر دیتے ہیں انھیں بھلا پانسو روپے کا کسی سے لالچ کیا ہو سکتا ہے ؟

خواجہ صاحب :۔ آپ تو مولانا مظہر اللہ صاحب کے قریب ہیں، بتایئے ان کے پاس روپیہ کہاں سے آتا ہے ؟

---

[1] حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے جد امجد حضرت مفتی محمد مسعود شاہ علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف "آداب سالک" میں سالکین راہ طریقت کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اغنیاء کی صحبت سے دور رہیں۔ (آداب سالک مطبوعہ کراچی، ص ۷، ۸)

Marfat.com

سیف الاسلام:۔ وہی دیتا ہے جس نے بہ بانگِ دہل فرمایا ہے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ اور یہ بھی (فرمایا ہے) وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین:۔

زمن گو صوفیانِ باصفا را
خدا جویانِ معنی آشنا را
غلامِ ہمتِ آں خود پرستم
کہ با نورِ خودی بیند خدا را

(۲)

۱۹۴۵ء میں زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ شریف کے لئے حاضر ہوئے تو مکہ معظمہ میں شاہی ضیافت میں شرکت کے لئے والیٔ حجاز شاہ سعود مرحوم کا دعوت نامہ آیا۔ لیکن حضرت مفتی اعظمؒ تشریف نہیں لے گئے اور فرمایا:۔

"جو شہنشاہِ کائنات کے دربار میں آیا ہے اس کو کسی بادشاہ

لہ مکتوب سیف الاسلام محررہ ۲۶ مئی ۱۹۷۴ء از لاہور

نوٹ:۔ ماہنامہ 'عقیدت' (نئی دہلی) شمارہ جولائی و اگست ۱۹۶۴ء میں علامہ اخلاق حسین دہلوی نے اور ماہنامہ 'ہمدرد' (کراچی) شمارہ مارچ ۱۹۶۶ء میں ارتضیٰ حسین ملا واحدی نے اپنے اپنے مضامین میں نظام حیدر آباد دکن کی دعوت اور حضرت مفتی اعظمؒ کے استغنا و بے نیازی کا ذکر کیا ہے۔ خود حضرت مفتی اعظمؒ نے فتویٰ رویتِ ہلال (مطبوعہ دہلی ۱۹۵۹ء، ص ۷ و ۸) میں نظام دکن کے بلاوے اور اپنے نہ جانے کا بڑے عجز و انکسار سے ذکر فرمایا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نظام دکن نے ایک سے زیادہ مرتبہ یاد کیا اور ہر بار حضرت مفتی اعظمؒ نے اعراض فرمایا اور تشریف نہیں لے گئے۔ ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات — مسعود

Marfat.com

سے دربار میں حاضری کی ضرورت نہیں۔"

سبحان اللہ، سبحان اللہ ؎

نہ محتاجِ سلطاں نہ مرعوبِ سلطاں
محبت ہے آزادی و بے نیازی

(۳)

۱۹۴۷ء میں دہلی کے خونی فسادات کے زمانے میں جب ہر طرف موت کے سائے منڈلا رہے تھے، حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے بے مثال عزم و ہمت کا مظاہرہ فرمایا۔ فسادات سے چند روز پہلے جب کہ دہلی کی فضائیں آنے والے طوفان کی خبر دے رہی تھیں مخلصین و محبین نے عرض کیا کہ چونکہ مسجد فتحپوری چاروں طرف سے غیر مسلموں سے گھری ہوئی ہے اس لئے اب رات کو حجرہ شریف میں آرام نہ فرمایا کریں، حضرتؒ نے اس درخواست کو قبول نہ فرمایا اور جب مسلمانوں نے عاجزی اور لجاجت سے پھر درخواست کی اور عرض کیا کہ آپ کی جان ہم کو اپنی جان سے زیادہ پیاری ہے، آپ حجرہ شریف میں نہ رہیں بلکہ دولت کدے پر آرام فرمائیں تو آپ نے ہنس کر فرمایا:۔

"کیا میرا حافظ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ نہیں ہے؟"

اللہ اللہ یقین ہو تو ایسا ہو ؎

نقطۂ پرکارِ حق مردِ خدا کا یقیں،
اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

اس یقین کی ایک اور جھلک دیکھئے

(۴)

فسادات شروع ہو چکے ہیں، دہلی کے کوچہ و بازار خونِ مسلم سے لالہ زار

Marfat.com

بنے ہوئے ہیں، فضاؤں سے دہشت ٹپک رہی ہے زندگی کا کوئی آسرا نہیں، ملک الموت منتظر ہے، اور حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ چند طلبہ اور ملازمین کے ساتھ مسجد فتحپوری میں محصور ہیں، غارِ ثور کا سماں ہے، راقم الحروف بھی حاضر ہے۔ ایک فوجی ٹرک مسجد کے صدر دروازے پر کھڑا ہے، دستک دی گئی، دروازہ کھولا گیا، معلوم ہوا حکومت نے یہ اس لئے بھیجا ہے کہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو مع متعلقین محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے۔ طلبار و ملازمین حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی کہ کسی محفوظ مقام پر تشریف لے چلیں مسجد کو مقفل کر دیں، معلوم ہے اس پیکرِ صبر و استقامت نے کیا جواب دیا؟ آپ نے فرمایا:-

"آپ حضرات کو اجازت ہے جہاں چاہیں جا سکتے ہیں، فقیر کو یہیں رہنے دیں۔ کل قیامت کے دن اگر مولیٰ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنا گھر تیرے سپرد کیا تھا تو اس کو کس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلا گیا، تو فقیر کیا جواب دے گا؟"

یہ سُن کر حاضرین کی آتشِ عشق بھڑک اُٹھی، ایک ضعیف العمر ملازم نے ایک نعرۂ مستانہ لگایا اور گلوگیر آواز میں کہا " میں اپنی جان قربان کر دوں گا، میری قبر منارۂ مسجد کے نیچے بنے گی"۔ الغرض حضرت مفتی اعظم کی بے مثال عزم و ہمت دیکھ کر سب جاں نثار مسجد ہی میں رہے۔ اس موقع پر حضرت کے صاحب زادگان مولانا الحاج محمد احمد علیہ الرحمہ اور مولانا محمد منظور احمد علیہ الرحمہ بھی موجود تھے اور راقم الحروف بھی موجود تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ عینِ اضطراب میں سکون و طمانیت کا یہ عالم کبھی نہ دیکھا تھا۔

قدسیوں کو رشک اس جمعیت خاطر پہ ہے،
کچھ نہیں کھلتا کہ میں کس کے پریشانوں میں ہوں؟

Marfat.com

(۵)

عزیمت اور صبر و استقامت کا ایک اور واقعہ سنئے:۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے جواں سال اور فاضل و عالم صاحب زادے مولانا محمد منظور احمد علیہ الرحمہ ۱۹۴۹ء میں حیدر آباد سندھ میں انتقال فرما گئے۔ ایک جواں سال فرزند کی عارضی مفارقت ہی والدین کے لئے قیامت ہوتی ہے چہ جائے کہ آنکھوں سے اوجھل لختِ جگر اللہ کو پیارا ہو جائے! جب وصال کی اطلاع دی گئی تو قلبِ مبارک پر کیا کچھ نہ گذری ہو گی لیکن اس عظیم سانحہ پر زبان سے جو کچھ فرمایا وہ وہی تھا جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزندِ عزیز کے وصال پر فرمایا تھا۔ حضرت مفتی اعظمؒ اپنے ایک تلمیذ رشید حافظ عبدالسمیع مرحوم کے تعزیتی خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"کل حیدر آباد سے تار آیا، مولوی منظور احمد انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! یہ فرزند میری اولاد میں نہایت جلیل القدر عالم تھا، ان کے اساتذہ کا بیان ہے کہ ہم نے طے کر لیا تھا کہ اگر اس کی عمر نے وفا کی تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ کو پہنچے گا۔ پس ایسے لائق فرزند کی مفارقت سے تم سمجھ سکتے ہو کہ مجھ کو کس قدر الم ہونا چاہئے لیکن فقیر اپنے رب کریم کی رضا پر راضی ہے، تم کو بھی صبر کرنا چاہئے"[۵]

تیری مرضی جو دیکھ پائی ہے
خلشِ درد کی بن آئی ہے

---

۵ مکتوب گرامی محررہ ۲ رجون ۱۹۴۹ء از دہلی

Marfat.com

رحلت

وصال سے کئی سال قبل حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ پر عشقِ الٰہی کا غلبہ تھا، نظر میں وہی وہ سمایا ہوا تھا، اور دل بزبانِ حال گویا تھا ؎

بے حجابانہ درآ از درِ کاشانۂ ما

کہ کسے نیست بجز دردِ تو درخانۂ ما

مخلوق سے بے تعلق ہو کر واصل باللہ اور باقی باللہ ہو چکے تھے ۔ ہاں عالمِ فانی سے سفر کا انتظار تھا سو وہ گھڑی بھی آ پہنچی اور ۱۴؍ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ (۲۸؍ نومبر ۱۹۶۶ء) کی شام جب کہ افقِ مغرب میں خورشیدِ جہاں تاب غروب ہو رہا تھا، علم و عرفان کا یہ آفتاب درخشاں ڈوب رہا تھا ۔ دل ڈوب رہے تھے، آنکھیں ابل رہی تھیں، تاریکیاں پھیل رہی تھیں ۔ ۱۵؍ شعبان المعظم کی صبح جب جنازہ اٹھایا گیا تو جلوسِ جنازہ میں ایک لاکھ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا، مسجد فتحپوری سے جلوس جامع مسجد شاہجہانی لایا گیا جہاں حضرت زید ابوالحسن مجددی فاروقی مدظلہٗ العالی نے نمازِ جنازہ پڑھائی پھر یہاں سے جلوس جنازہ روانہ ہوا اور دوسرے راستے سے لال قلعہ دہلی کے پیچھے سے ہوتا ہوا چاندنی چوک سے مسجد فتحپوری آیا ۔ اللہ اللہ سفرِ آخرت میں بھی یہ نظارہ دکھا دیا کہ شاہوں اور نوابوں کو خاطر میں نہ لانے والا اپنے مولیٰ کا وفا شعار بندہ اپنے مولیٰ کے گھر سے چل کر شاہانِ وقت کے قلعوں کو پیچھے چھوڑتا ہوا پھر اپنے مولیٰ ہی کے گھر آیا جہاں ۱۵؍ شعبان المعظم کو آغوشِ رحمت میں لٹا دیا گیا ۔[1]

اُٹھ گیا کون بزمِ دُنیا سے ۔۔۔ یوں جو ہر شخص غم بدوش ہے آج

دم سے روشن تھی جسکے راہِ سلوک ۔۔۔ اے قمرؔ شمع وہ خموش ہے آج

قمر سنبھلی

---

[1] ماہنامہ پیامِ مشرق (دہلی) شمارہ ۱۴؍ دسمبر ۱۹۶۶ء

Marfat.com

۲۸؍ دسمبر ۱۹۶۶ء کو آل انڈیا ریڈیو (دہلی) سے جب رات کو خبرِ وصال نشر کی گئی تو پاک و ہند کے جاں نثاروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ مختلف شہروں میں فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا گیا اور بہت سے اخبارات و رسائل نے اداریے لکھے، تعزیتی پیغامات اور قطعاتِ تاریخِ وفات شائع کئے۔ یہاں صرف ایک اداریہ کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں فاضل اداریہ نگار نے مسلمانانِ پاک و ہند کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی ہے:-

"اس دورِ پرفتن میں نہ صرف دہلی کے بے یار و مددگار راسخ العقیدہ مسلمانوں کی تسکین قلب بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے ان کی ذاتِ گرامی بڑی غنیمت و رحمت تھی۔ ان کا وصال حقیقتاً موت العالِم موت العالَم کے مصداق ہے۔ ان کی وفات سے شمعِ بزمِ اتقیا خاموش ہوگئی، مسند فقہ اسلامی خالی

نوٹ: حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے مزار فیض بار کی فیض رسانیوں کا یہ عالم ہے کہ مراقب ہوتے ہی دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور ایک نیا عالم نظر آتا ہے۔ ایک نومسلم زائر کے مشاہدات ملاحظہ ہوں جو مزار مبارک پر حاضر ہو کر مُراقب ہوئے اور پھر جو کچھ دیکھا وہ خود ان کی زبانی سنئے:-

"آنکھیں بند کرنے پر ایک پُر فضا باغ نمودار ہوا جس کے چاروں طرف خوبصورت سبز درخت لگے تھے اور ان درختوں کے اندر عقیق کے پھول لگے ہوئے تھے۔ آگے بہت خوبصورت عربی الفاظ میں حریر کے کپڑے پر کچھ لکھا تھا جو پڑھا نہیں جاسکا۔ آگے ایک پُر فضا چمن تھا جس کے سامنے ایک سفید عمارت تھی اور نظارہ بڑا ہی دلکش تھا۔ رنگ، شفقِ شام و سفیدیٔ سحری کی طرح بڑے ہی خوبصورت تھے، دل چاہتا تھا کہ روح اس عالمِ فانی میں واپس نہ آئے بلکہ یہیں رہے۔"

(مکتوب پروفیسر سردار جوگندر سنگھ محررہ ۷ راگست ۱۹۶۸ء از پٹیالہ)

Marfat.com

اور دہلی سونی ہوگئی۔ ان کی ذاتِ گرامی علمائے حق و سلف صالحین کا نمونۂ کامل تھی، اتباعِ شریعت میں ان کا ثانی نہ تھا، تقویٰ و بزرگی میں ان کی مثال ملنی مشکل ہے وہ بحر العلوم ظاہری و باطنی تھے، صاحب کشف و کرامات تھے، دہلی اور کراچی میں ان کے وصال پر لاکھوں مریدین کا سوگوار ہونا لازم ہے اور اہلسنّت کی مرثیہ خوانی برحق ہے [1]"

پاک و ہند کے مختلف شہروں میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے یوم وصال پر عرس اور فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا جاتا ہے چنانچہ کراچی میں جامع مسجد آرام باغ[2] میں ۱۴ اور ۱۵ شعبان کو عرس ہوتا ہے اسی طرح حیدر آباد، بھاولپور، لاہور، راولپنڈی اور دہلی وغیرہ میں عرس اور فاتحہ خوانی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اولاد امجاد

اولاد کے معاملہ میں مولیٰ تعالیٰ نے حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو خوب نوازا اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء۔ لیکن جس کو وہ نوازتے ہیں اس کو خوب آزماتے ہیں۔ حضرت کے سامنے دو جوان اور

---

[1] روزنامہ نئی روشنی کراچی شمارہ ۷ دسمبر ۱۹۷۶ء ص ۲، ک ۳ و ۴

نوٹ:۔ حضرت مفتی اعظم رح کے سانحہ ارتحال کے سلسلے میں تمام ادارئیے، تعزیتی پیغامات، قطعات تاریخ وغیرہ تذکرۂ مظہر مسعود (مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء) صفحہ ۳۱۵ تا ۳۴۸ ملاحظہ فرمائیں۔ مسعود

[2] یہ جامع مسجد حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے مرید با اخلاص حاجی منظور احمد صاحب (مالک میٹرو فرنشنگ کمپنی۔ کراچی) کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ اس مسجد میں حضرت علیہ الرحمہ کے نام نامی پر دار العلوم مظہریہ کے نام سے ایک علمی ادارہ بھی قائم ہے۔ مسعود

Marfat.com

فاضل صاحبزادے اور ایک جوان صاحب زادی خدا کو پیارے ہوئے اور دو صاحب زادیوں کا اوائل عمر میں انتقال ہوا۔ الغرض عطائے ربانی کے ساتھ آزمائش بھی ہوتی رہی اور ان آزمائش پر حضرت نے کمال صبر واستقامت کا مظاہرہ فرمایا۔

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی اولاد میں ۹ صاحبزادیاں اور سات صاحبزادے ہوئے۔ جن میں چھ صاحب زادیاں اور تین صاحب زادے بقید حیات ہیں، صاحبزادگان کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) حضرت مولانا حافظ قاری مفتی محمد مظفر احمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷۱ء) کراچی
(۲) حضرت مولانا حافظ قاری مفتی الحاج مفتی محمد مشرف احمد[1] مدظلہ العالی، دہلی
(۳) حضرت مولانا حافظ قاری الحاج محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ[2] (م۔ ۱۹۷۱ء) دہلی
(۴) حضرت مولانا مولوی محمد منور احمد رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۹۴۴ء) دہلی
(۵) حضرت مولانا مولوی محمد منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۹۴۹ء) حیدرآباد سندھ
(۶) راقم الحروف محمد مسعود احمد، حیدرآباد سندھ
(۷) ڈاکٹر محمد سعید احمد سلمہٗ اللہ تعالیٰ، دہلی

خلفاء وسفراء

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے بہت سے خلفاء وسفراء پاک وہند میں پھیلے ہوئے ہیں، جن کے اسماء گرامی معلوم ہوسکے ان کی تفصیل یہ ہے:۔

---

[1] حضرت مولانا مدظلہ العالی، حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے جانشین ہیں، بیعت وارشاد اور افتاء وغیرہ کی ذمہ داریاں بحسن وخوبی مسجد فتحپوری دھلی میں انجام دے رہے ہیں۔

[2] آپ کے صاحب زادے مولانا محمد مکرم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ دہلی وقف بورڈ کی طرف سے مسجد جامع فتحپوری کے امام و خطیب ہیں اور فتویٰ نویسی کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ مسعود

Marfat.com

خلفاءِ ہندوستان

(۱) حضرت مولانا مولوی حکیم عبد المجید[۱] رحمۃ اللہ علیہ (م ۔ ۱۹۴۴ء) اجمیر شریف

(۲) حضرت مولانا مولوی عبد الکریم چتوڑی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) حضرت مولانا الحاج حافظ قاری مفتی محمد مشرف صاحب مدظلہ العالی

(۴) حضرت مولانا الحاج حافظ قاری محمد احمد[۲] صاحب رحمۃ اللہ علیہ

---

[۱] حضرت مولانا علیہ الرحمہ، حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے عم محترم تھے، اپنے والد ماجد حضرت مفتی محمد مسعود شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے لیکن خلافت و اجازت حضرت مفتی اعظمؒ سے ملی تھی۔ مسعود

[۲] شب یکم رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ (۱۹۷۱ء) کو دہلی میں وصال فرمایا ؎

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اے بادِ صبا
یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک

خبرِ وصال آل انڈیا ریڈیو سے بار بار نشر کی گئی۔ ہزاروں مسلمان جلوس جنازہ میں شریک تھے، علماء و مشائخ اور عوام سب ہی شریک تھے، شیر کشمیر شیخ عبد اللہ بھی شریک جنازہ تھے۔ مزار مبارک صحن مسجد جامع فتحپوری ہی میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے پہلو میں ہے (رحمہما اللہ تعالیٰ)

مولانائے مرحوم کی خبرِ وصال سن کر حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی (سجادہ نشین ساہن پال شریف، ضلع گجرات) نے بغیر کسی کے سابقہ تعارف کے محض القائے ربانی کے تحت یہ قطعہ تاریخِ وفات راقم الحروف کو ازراہِ عقیدت ارسال فرمایا:-

عارفِ دیں محمدِ احمد — حامیٔ شرع و افتخارِ زماں
حافظِ پاک و حاجی حرمین، — بود در قاریاں بلند مکاں
جامع علم و فضل و تقویٰ بود — مخزنِ رازِ وحدت و عرفاں
آں امام و خطیب فتحپوری — سکہ زن شد بملک دارِ جناں
از شرافت چو رحلتش پرسی،
داخلِ خلد، دیں پناہ، بداں

(باقی صفحہ ۴۷ پر)

Marfat.com

(۵) حضرت مولانا مولوی مقبول الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، سیوہارہ[۱]

(۶) حضرت مولانا مولوی محمد عثمان سیفی ٹونکی مدظلہ العالی

(۷) حضرت مولانا ابوالکمال ضیاء الدین احمد کاظمی شمسی طہرانی

بقیہ صفحہ ۴۶ سے آگے۔

وصال کے بعد بعض احباب نے جو خواب دیکھے اس سے مولانائے مرحوم کی روحانی عظمت کا احساس ہوتا ہے چنانچہ برادر نسبتی جناب فریدالدین صاحب نے دیکھا:۔

مولانائے مرحوم سفید براق ریشمی کپڑے پہنے بیٹھے ہیں اور سرخ عطر مل رکھا ہے، فضائیں مہک رہی ہیں۔ ایک طرف اسٹیج سجا ہوا ہے جس کے ارد گرد سرخ و سبز رسیوں سے حد بندی کی ہوئی ہے۔ اسٹیج پر حضرات اہل اللہ تشریف فرما ہیں، مولانائے مرحوم اس پنڈال میں داخل ہوئے اور سیدھے اسٹیج پر تشریف لے گئے جہاں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے آپ کا استقبال فرمایا اور حضرت امام غزالی رحؒ سے تعارف کرایا اور فرمایا "یہ وہ ہیں جنھوں نے حضرت امام حسن کی سنت پر عمل کیا ہے" پھر حضرت امام غزالی رحؒ نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف کرایا۔ اتنے میں حضرت مفتی اعظم نے اعلان فرمایا "سب حضرات مودب کھڑے ہو جائیں، ہمارے آقا و مولی حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہونے والے ہیں"۔ سب اولیاء اللہ سرو قد کھڑے ہو گئے۔

(مکتوب محررہ ۱۴ر فروری ۱۹۷۱ء از دہلی)

سبحان اللہ! ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں،
ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

[۱] مفتی صاحب مرحوم کے ایک نومسلم مرید سردار جوگندر سنگھ مرحوم (سابق اسسٹنٹ ڈائریکٹر شعبہ السنہ پٹیالہ و سابق پروفیسر مذہب اسلام، جامعہ مذہبیات، پٹیالہ) نے آپکی شان میں یہ منقبت لکھی ہے:۔

(باقی صفحہ ۴۸ پر)

Marfat.com

خلفاء پاکستان

(۱) حضرت مولانا حافظ قاری مفتی محمد مظفر احمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۷۱ء) کراچی[۱]

باقی حاشیہ ص ۴۷ سے آگے:۔

خداوندا بکفرم آفریدی | و باز از کافرانم برگزیدی
نمودی چہرہ آگیں بگاہے | بسا چوں نوعروس از من رمیدی
جوانی صرف شد در بندِ عصیاں | بہ پیری در بہ فریادم رسیدی
بکردی بیعت مقبول بخشم | ازاں روزے کہ جان در تن دمیدی

ندا آمد کہ با مقبول اصغر
مبارک عہدِ پیری و مریدی

سردار صاحب خدا رسیدہ بزرگ تھے، انھوں نے کئی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آخری بار تجلیاتِ الٰہی نے خواب میں ہم آغوش کیا اور ۲۷ جولائی ۱۹۶۹ء کو ان کا وصال ہوگیا۔ راقم الحروف نے مرحوم کے ایمان افروز حالات پر ایک مقالہ لکھا تھا جو ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور) کے شمارہ اپریل ۱۹۷۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ مسعود

[۱] حضرت مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ جلیل القدر عالم و فقیہ تھے۔ آپ کے تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل کتب و رسائل مطالعہ فرمائیں:۔

(ا) محمد مسعود احمد:۔ تذکرۂ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۳۶۸ (ب) مولانا عبدالحکیم شرف قادری: پاکستان کے مرحومین علمائے اہلسنت، لاہور (ج) ماہنامہ ترجمان اہلسنت (کراچی) شمارہ فروری ۱۹۷۳ء، مقالہ راقم الحروف۔

۱۷ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ (۶ دسمبر ۱۹۷۱ء) کو کراچی میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے صاحبزادگان قاری حافظ محمد ظفر احمد صاحب، حافظ محمد اظہر احمد و حکیم محمد نذر احمد سلمہم اللہ تعالیٰ ہر سال کراچی میں آپ کا عرس کرتے ہیں۔ مسعود

(۲) حضرت مولانا حافظ قاری الحاج سید حفیظ الرحمٰن[1] صاحب دامت برکاتہم العالی، بھاولپور،

(۳) حضرت مولانا الحاج قاری محمد ادریس صاحب مدظلہ العالی، کراچی

سفراء ہندوستان

(۱) جناب حکیم محمد عاقل صاحب مظہری، دھام پور

(۲) جناب مولانا غلام احمد مظہری، ٹونک

سفراء پاکستان

(۱) جناب الحاج حکیم محمد ذاکر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کراچی

(۲) جناب الحاج صوفی محمد بشیر صاحب[2] علیہ الرحمہ، کراچی

(۳) جناب صوفی محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، کراچی

(۴) جناب الحاج الصوفی محمد یوسف صاحب، کراچی

---

[1] آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مولانا رکن الدین شاہ صاحب الوری علیہ الرحمہ سے بیعت ہیں اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد حضرت قاری عبد الرحمٰن پانی پتی علیہ الرحمہ کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ پنجاب و سندھ میں آپ کے بکثرت مریدین پھیلے ہوئے ہیں۔ مسعود

[2] صوفی صاحب علیہ الرحمہ کے صاحبزادے جناب قاری محمد علیم الدین صاحب ۱۸، ۱۹، اور ۲۰، شوال المکرم کو کراچی میں آپ کا عرس کرتے ہیں۔ مسعود

Marfat.com

(۵) جناب الحاج حافظ محمد صالحین صاحب، کراچی

(۶) جناب صوفی فضل احمد صاحب، کراچی

(۷) جناب سید صفدر حسن صاحب، لاہور

(۸) جناب مولنا محمد احمد قریشی، لاہور

(۹) جناب صوفی نواب علی صاحب، حیدر آباد سندھ

(۱۰) جناب مولانا سید محمد الیاس صاحب زیدی، کاہنہ نو (ضلع لاہور)

تصنیفات و تالیفات

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے یومِ وصال تک مسلسل ستر سال لکھا ہے۔ آپ کے ہزاروں فتوے، مکاتیبِ شریفہ اور مواعظ پاک و ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سب سے اہم تصنیف آپ کے فتوے ہیں جو اگر شروع سے جمع کئے جاتے تو اب تک بیسیوں مجلدات شائع ہو جاتیں۔ لیکن افسوس صرف آخری دس پندرہ سالوں کے اہم فتوے جمع کئے جا سکے جو ایک جلد میں شائع کر دئے گئے ہیں اسی طرح لاکھوں مکاتیبِ شریفہ میں سے صرف چند سو دریافت ہو سکے، جو مکاتیب مظہری (جلد اول) میں شامل کر دئے گئے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم رح کے کتب و رسائل کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) مظہر الاخلاق[۵۱]، مطبوعہ دہلی ۱۹۱۲ء

(۲) ارکانِ دین[۵۲]، مطبوعہ دہلی ۱۹۱۲ء

(۳) مظہر العقائد[۵۳]، مطبوعہ دہلی ۱۹۱۲ء

(۴) ترجمہ و حواشی[۵۴] قرآن کریم، مطبوعہ دہلی ۱۹۴۲ء

---

۵۱ و ۵۲ ان دونوں رسالوں کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۸ء میں مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی نے شائع کر دیا ہے۔

۵۳ یہ رسالہ راقم الحروف از سرِ نو مرتب کر رہا ہے۔

۵۴ اس کے متعلق تفصیلات فتاویٰ مظہری (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء، حاشیہ ص ۴۰ و ۴۱) میں ملاحظہ کریں۔ مسعود

Marfat.com

(۵) خزینۃ الخیرات[۵۱]، مطبوعہ دہلی

(۶) مکاتیب مظہری، جلد اول مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء

(۷) مکاتیب مظہری، جلد دوم[۵۲]،(زیر ترتیب)

(۸) مواعظ مظہری، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء

(۹) فتاویٰ مظہری، جلد اول و دوم[۵۳]، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۰ء

(۱۰) جداول عرض البلد وطول البلد[۵۴]

(۱۱) رسالہ در علم توقیت[۵۵]

(۱۲) شجرۂ طریقت[۵۶] وغیرہ وغیرہ

---

۵۱ اسکا پہلا اڈیشن اعلیٰ پریس دہلی سے طبع ہوا تھا، دوسرا اڈیشن مشہور آفسٹ پریس، کراچی میں طبع ہوا اور مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی نے شائع کیا۔ اب تیسرے ایڈیشن کی تیاری ہے۔

۵۲ یہ جلد راقم الحروف ترتیب دے رہا ہے، بیسیوں مکاتیب شریف جمع کر لیے گئے ہیں۔

۵۳ ان مجلدات کی اشاعت کے بعد چند مطبوعہ و غیر مطبوعہ فتوے اور تصدیقات نظر سے گزریں مثلاً (۱) رسالہ تقبیل، مطبوعہ ملتان ۱۹۱۹ء (۲) الصوارم الہندیہ، مطبوعہ مراد آباد، ۱۹۲۶ء (۳) سار وابل، مطبوعہ دہلی ۱۹۲۹ء (۴) جامع الاقوال فی رویۃ الہلال، مطبوعہ پٹنہ، ۱۹۲۸ء وغیرہ وغیرہ۔ انشاء اللہ فتاویٰ مظہری کی تیسری جلد میں ان کو شامل کر دیا جائے گا۔

۵۴ یہ نہایت اہم کتاب ہے جس میں پاک وہند کے مختلف شہروں کے عرض بلد، طول بلد اور دوسری بہت سی تفصیلات جدید قاعدوں سے مرتب کی ہیں جو حضرت مفتی اعظم کے اپنے ایجاد کردہ تھے، یہ کتاب ہنوز شائع نہیں ہوئی، دہلی میں محفوظ ہے۔

۵۵ یہ کتاب بھی قلمی ہے اور راقم کے پاس محفوظ ہے۔

۵۶ اسکے، دہلی، لاہور اور کراچی سے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

مسعود

Marfat.com

منقبت

در مدح حضرت مفتی اعظم الحاج شاہ محمد مظہر اللہ
قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ العزیز

مظہرِ ذاتِ کبریا توئی — مرکزِ نورِ مصطفیٰ توئی
بر تو نازند ہند و پاکستان — لاجرم فخرِ ایشیا توئی
عقدۂ معرفت کشائش یافت — کاشفِ رازِ لا الٰہ توئی
نقشبندی مجددی چشتی — برگزیدہ ز اولیاء توئی
زاں کہ پیغمبر است ظلِ خدا — ظلِ پیغمبرِ خدا توئی
سجدہ ریزند بر درت ہمہ وقت — مرجع جملہ اصفیاء توئی
اندریں دہر کشتیِ دیں را — نیست خطرہ کہ ناخدا توئی
کس ندانست شانِ پیغمبر — واقفِ رمزِ ما طغیٰ توئی
حافظ و مفتی و فقیہ و خطیب — راستی، پیرِ رہنما توئی

جذب و مستی عنایتم فرما
برگِ کاہم و کہربا توئی

اصغر لدھیانوی مرحوم
(سابق اسسٹنٹ ڈائریکٹر شعبۂ السنہ، پٹیالہ)

Marfat.com

منقبت

در مدح حضرت مفتی اعظم الحاج شاہ محمد مظہر اللہ

قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز

خسروِ ملکِ فضیلت، مفتیٔ ہندوستاں
خضرِ راہِ علم و عرفاں، رہنمائے عارفاں

حضرتِ مسعود کے تھے جو مقدس یادگار
فخرِ ملت، فخرِ دیں، سرمایۂ اہلِ جہاں

نائبِ شیخ مجدّد، وارثِ علمِ نبی
وہ امامِ اہلسنت، شیخِ کل، قطبِ زماں

واقفِ علمِ شریعت، عارفِ رازِ خفی
تھے علومِ معرفت کے ایک بحرِ بیکراں

خوش خیال و خوش خصال و خوش مقال و خوش جمال
مصطفےٰ کا عشق ہی تھا آپ کی روحِ رواں

دشمنانِ مصطفےٰ سے وہ کنارہ کش رہے
دینِ برحق کے ادھر ہر دم رہے وہ پاسباں

ترجمانِ اہلسنت کون ہے انکی طرح؟
دورِ حاضر میں یقیناً آپ تھے حق کے نشاں

اس قدر مقبولیت پائی مری سرکار نے
دوست اور دشمن ہیں سب تعریف میں رطب اللساں

آپ کے ہاتھوں پہ توبہ کفر سے لاکھوں نے کی
ناریوں کو کر دکھایا عازمِ سوئے جناں

فتنۂ گاندھی ہو یا تحریک شدھی سنگھٹن
ان پہ گرتے ہی رہے وہ صورتِ برقِ تپاں

پائے استقلالِ حضرت میں نہ لغزش آسکی
سخت سے بھی سخت تر آتے رہے پیش امتحاں

وقتِ آزادی ہوا بھارت میں جب خونی فساد
آپ اُس دم عزم کا ثابت ہوئے کوہِ گراں

تھے مئے طیبہ پلاتے نقشبندی جام سے
شیخ سرہندی کے میخانے میں مثلِ خواجگاں

یا الٰہی وہ غلامِ مظہر اللہ کر مجھے
مرشدِ برحق رہے ہر وقت مجھ پر مہرباں

قافلہ تو سوئے منزل جا رہا ہے دم بدم
وائے اختر ہے نہاں ہم سے امیرِ کارواں

۱۹ ۶ ۶۶

پیش کردہ :- مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری مظہری لاہور چھاؤنی

Marfat.com

منقبت

درمدح حضرت مفتیٔ اعظم الحاج شاہ محمد مظہر اللہ
قدس اللہ سرہ العزیز

قوتِ دین و قدرتِ رحماں، مظہر اللہ، مفتی اعظم
روحِ اسلام، جوہرِ ایماں، مظہر اللہ، مفتی اعظم

آفتابِ شریعت حق تھے، ماہتاب طریقت رب تھے
حسن کامل کا آپ تھے عنواں، مظہر اللہ، مفتی اعظم

مصطفےٰ کے حسیں گلشن کو اپنے خونِ جگر سے سینچا ہے
اے نسیم بہار باغ جہاں، مظہر اللہ، مفتی اعظم

تیرا کردار نور کا مینار، رافع زیب و زینت اسلام
دافع داغ و ظلمت عصیاں، مظہر اللہ، مفتی اعظم

دین کا جب ہوا کوئی دشمن، آپ شمشیر حق ہوئے ثابت
شیخ احمد کی جرأت ذیشاں، مظہر اللہ، مفتی اعظم

آپ کے دَر پہ جبہ سائی کو حاضر ہوتے تھے کافر و مشرک
اور پاتے تھے دولت ایماں، مظہر اللہ، مفتی اعظم

دل کی کالک کو دور کر دیجے، مئے عشق نبی کو بھر دیجے
ساغر دل میں ساقی دوراں، مظہر اللہ، مفتی اعظم

بے نیازی پہ ناز تھا جائز، فخر تھا فقر پہ بجا تجھ کو
تیری ٹھوکر میں دولت دوراں، مظہر اللہ، مفتی اعظم

مہر و شفقت تھی سب کے بچوں پر، اور چرند و پرند پر رحمت
تھا کرم کا وہ بحر بے پایاں، مظہر اللہ، مفتی اعظم

نیک و صالح ہے آپ کی اولاد، اور متبع شریعت بھی
آپ کی ذات کا ہے فیض رواں، مظہر اللہ، مفتی اعظم

یا الٰہی! مزار پاک ان کا تا ابد نور سے رہے معمور
سپہر دیں کے نیّر تاباں، مظہر اللہ، مفتی اعظم

پیش کردہ :- پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش
ایس۔ اے۔ ایل گورنمنٹ کالج، میرپور خاص (سندھ)

Marfat.com

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی، دینی اور علمی خدمات سے متعلق مدینہ پبلشنگ کمپنی (ایم۔اے جناح روڈ کراچی) کی مطبوعات

تذکرۂ مظہر مسعود ۱۹۶۹ء

مؤلفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صفحات ۵۷۴

قیمت ۷ روپے ۵۰ پیسے

یہ کتاب دو حصوں پر منقسم ہے، حصہ اول میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے جد امجد حضرت مفتی محمد مسعود شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور علمی خدمات کا ذکر ہے۔ دوسرے حصے میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے تفصیلی حالات اور دینی و علمی خدمات بیان کیگئی ہیں۔ اس کتاب میں نہایت نادر ونایاب ۱۰ عکس بھی شامل کئے گئے ہیں جنکی تفصیل یہ ہے (۱) روضۂ شریف حضرت امام علی شاہ (۲) مسجد جامع فتحپوری دہلی چار مختلف عکس (۳) نمونۂ خطاطی خطاط اعظم مولانا منشی رحیم اللہ دہلوی (۴) خلافت نامہ حضرت مولانا شاہ رکن الدین الوری (۵) مکتوبات شریف حضرت مفتی اعظم دو اہم عکس (۶) مزار مبارک حضرت مفتی اعظم (۷) منقبت حضرت مفتی اعظم۔ اس کتاب کا انداز بیان محققانہ ہوتے ہوئے بھی نہایت شگفتہ و دلپذیر ہے

مکاتیب مظہری سنہ ۱۹۶۹ء

مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صفحات ۴۲۴

قیمت ۶ روپے

یہ حضرت مفتی اعظم کے سینکڑوں عارفانہ مکتوبات شریف کا مجموعہ ہے اور ہر عالم و عامی کے لئے قابلِ مطالعہ اس میں پانچ اہم مکاتیب کے عکس بھی شامل کئے گئے ہیں۔ اسکے علاوہ فاضل مرتب نے ابتدا میں حیاتِ مظہری، مقدمہ اور تجلیاتِ مظہری کے عنوانات سے بہت سے مفید اضافے کئے ہیں جس سے اس مجموعے کی ادبی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔

Marfat.com

مواعظ مظہری ۱۹۷۰ء

مرتبہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صفحات ۲۵۶ قیمت ۵ روپے

یہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے ۱۰ مواعظِ شریفہ کا مجموعہ ہے جو مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل ہے۔ شرک و توحید، منشاء تخلیق، میثاق النبیین، ناموسِ مصطفٰے، درود و دعا، تحدیث نعمت، تصرفات محمدیہ، شب معراج، شب مبارک اور خلافت علی رض

فاضل مرتب نے ابتدا میں حیات مظہری، افتتاحیہ اور آخر میں سبدِ گل کے عنوانات سے بہت سے مفید اضافے کر کے مجموعے کو دل پذیر بنا دیا ہے۔

فتاوی مظہری ۱۹۷۰ء

مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صفحات ۴۹۶ قیمت ۱۵ روپے

یہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے ۳۰۰ فاضلانہ، فقیہانہ اور محققانہ فتووں کا مجموعہ ہے جو علماء کرام کے لئے خصوصاً قابلِ مطالعہ ہے۔ اس میں مختلف مسائل پر فتوے جمع کیے گئے ہیں مثلاً قبلہ، اوقات نماز، اذان، اقامت، امامت، قراءت، مقتدی، رویت، روزہ، حج، قربانی، زکوٰۃ، صدقات، قسم، نکاح، طلاق و عدت، وراثت، امانات، قرض و رہن، ملازمت، بیع و شرا، اوقاف، احکام، سیاسیات، معتقدات، آداب، رسوم وغیرہ وغیرہ

فاضل مرتب نے ابتدا میں حیات مظہری اور افتتاحیہ اور آخر میں فہرست مآخذ و مراجع شامل کر کے تحقیقی نقطۂ نظر سے ایک مجموعے کو بلند پایہ بنا دیا ہے۔ افتتاحیہ میں ایسی نادر معلومات جمع کیگئی ہیں جو کسی مجموعۂ فتاوی میں نہیں دیکھی گئیں۔

Marfat.com

اخبار الاخیار (اردو کامل)

ہند و پاکستان کے مشاہیر صوفیائے کرام کے مستند حالات

از علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

اس کتاب میں ہند و پاکستان کے تقریباً تین سو اولیائے کرام و صوفیائے عظام کا تذکرہ مستند حوالوں سے تحریر کیا گیا ہے۔ علماء و مشائخ کی مقدس زندگیوں کی تمام باتیں پورے نقد و تحقیق سے لکھی گئی ہیں۔ یہ کتاب ایک قابلِ قدر تاریخی و علمی شاہکار ہونے کے علاوہ حکمت و نصائح اور پاکیزہ اخلاقی تعلیمات کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔ اردو میں ترجمہ کرتے وقت مستند تاریخوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس اضافہ سے یہ کتاب علمی تحقیق کرنیوالے حضرات کیلئے تاریخی دستاویز ہو گئی ہے! ★ صفحات ۶۰۰ — بڑا کتابی سائز — کاغذ سفید — جلد مضبوط اور آفسٹ کی عمدہ طباعت، حسین سرورق

قیمت: ———

تاریخِ اسلام

مصنفہ حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی (مرحوم)

خوبصورت انداز میں دوبارہ شائع کی گئی ہے

اسلام کو کس طرح فروغ حاصل ہوا۔ اس کے ابدی اصولوں نے دنیا پر کیا اثر مرتب کیا، اس کے شیدائیوں نے اس کی کس طرح خدمت کی؟ یہ جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام حیات مبارکہ کا واضح اور دل نشین انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ خلفاء راشدین سے لیکر اسلام کے تمام جلیل القدر اصحاب کے ادوار کی داستان مستند تاریخوں کے حوالوں سے ترتیب دی گئی ہے۔ یہ کتاب اسلام کی مکمل تاریخ ہے۔ جس سے ہم سب کا واقف ہونا ضروری ہے۔ ایک عظیم کتاب جو عرصے سے نایاب تھی:

عمدہ گلیز کاغذ پر بہترین کتابت : سائز ۲۰×۲۶ : صفحات ۳۹۲ : حسین سہ رنگا گردپوش :

ہدیہ مجلد

مکتوباتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

مترجمہ: مولانا محمد فاضل صاحب، کراچی

مغل شہنشاہ اکبر کے دور میں جب کہ ضلالت و گمراہی کی گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں، دینِ الٰہی بزورِ قوت منوایا جا رہا تھا، حق و صداقت کے کلمات گوارا کرنا قابلِ گردن زنی جرم تھا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہی ذاتِ گرامی تھی جنہوں نے باطل کا علی الاعلان مقابلہ کیا اور قرآن و حدیث کی شمع کو روشن رکھا۔ آپ کے ان مکتوبات میں اہم اور نازک ترین مسائل پر بحث آئے ہیں۔ یہ کتاب مجموعہ ہے ان خطوط کا جو اس زمانے کے برگزیدہ اور یگانۂ روزگار ہستیوں کے نام تحریر کئے گئے۔ ترجمہ سلیس و رواں، کتابت ستھری طباعت روشن، کاغذ سفید دبیز، سائز ۲۰×۲۶ ضخامت ۴۰۰ صفحات

قیمت: ———

ترجمہ ابریز تبریز

(جلد اوّل و دوم)

ملفوظات: حضرت عبدالعزیز دباغ ★ ترجمہ: مولانا عاشق الٰہی میرٹھی

بارھویں صدی ہجری کے ولیِ کامل کے ارشادات کا مجموعہ جو دراصل معارفِ طریقت اور علوم معرفت کا بیش قیمت ذخیرہ ہے۔ یہ کتاب نایاب تھی جسے تصوف سے دلچسپی رکھنے والے خصوصاً اور سب مسلمان عموماً نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔ اسکے پڑھنے سے دل و دماغ کو سکون و راحت حاصل ہوتا ہے۔

عمدہ کتابت، آفسٹ طباعت۔ قیمت جلد اول /- روپے جلد دوم /۱۰ روپے

مکمل دو سیٹ:

فہرستِ کتب مفت طلب فرمائیں

مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی

مشہور آفسٹ پریس کراچی

Marfat.com